سہ ماہی آزاد قلم

تحریک خدام الاولیاء

Tahreek-E-Khuddam-Ul-Auliya

Nepal

مُدیرِ اعلیٰ

محمد مجتبیٰ رضا نشتر غزالی

سہ ماہی آزاد قلم

اہلسنت کی آواز پاسبان فکر رضا

سہ ماہی آزاد قلم

تحریک خدام الاولیاء
TAHREEK E KHUDDAM-UL-AULIYA
Nepal

جلد ١

بابت ماہ: جمادی الثانی، رجب المرجب، شعبان المعظم ١٤٤٥ھ

شمارہ ٥

ہمارے رسالہ کے متعلق کسی طرح کی کوئی معلومات چاہیے ؟
ہم سے رابطہ کریں!

0091-9102428167
00974-30509786
tahreekekhuddamulauliya@gmail.com

تحریک خدام الاولیاء نیپال

فہرست مشمولات

اے خاک فلسطین

از: محمد سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی

لکھا ہے شجاعت کے قلم سے ترا آئین، اے خاک فلسطین
جاں بازی و جرأت کا سبق ہے تری تلقین، اے خاک فلسطین

شعلوں پر قدم رکھ دیئے رستہ نہیں چھوڑا
ہمت سے جفاؤں کے ہر اک بند کو توڑا
خطروں سے نڈر تیری فضاؤں کے ہیں شاہین، اے خاک فلسطین

طوفاں سے لڑا ظلم کی لہروں سے نہ ہارا
ایوبی نے تیرے رخ ہستی کو سنوارا
اے کاش پلٹ آئے وہ سلطان سلاطین، اے خاک فلسطین

مٹی تری اہم سب کی محبت کا فلک ہے
تجھ میں شہ کونین کے قدموں کی مہک ہے
آقا نے بڑھائی ہے تری عزت و تمکین، اے خاک فلسطین

ہیں موت سے بے خوف تیری گود کے پالے
پیچھے نہیں ہٹتے ہیں کبھی تیرے جیالے
رستہ ہو کٹھن، چاہے کوئی ضرب ہو سنگین،اے خاک فلسطین

القدس جو انعام الٰہی ہے مکمل
پیشانئ ملت کا جو ہے قبلۂ اول
وہ در ہے ترے مصحف برکات کی یسین،اے خاک فلسطین

اپنوں نے دیے زخم، تجھے غیروں سے بڑھ کر
ورنہ کسے ہمت تھی کہ یوں آتا وہ چڑھ کر
ہم ہیں تیری لاچاری پہ شرمندہ و غمگین،اے خاک فلسطین

یاد آتا ہے نبیوں کی جماعت کا وہ منظر
کیا خوب تھا آقا کی امامت کا وہ منظر
معراج کی شب آئے جو اقصیٰ میں شہ دیں،اے خاک فلسطین

بکھرے کئی حصوں میں ترے جسم کے پارے
دیکھے نہیں جاتے یہ المناک نظارے
جامہ ہے شہیدوں کے لہو سے ترا رنگین،اے خاک فلسطین

تجھ پر کوئی آنچ آئے تو ہوتا ہے ہمیں غم
ہر قلب مسلماں، ترے دشمن سے ہے برہم
مومن کے لیے تیری خوشی باعث تسکین، اے خاک فلسطین

اک کارواں، تیرے لیے لڑتا ہی رہے گا
اک روز دم کفر پہ بھاڑی وہ پڑے گا
سہرا ہے تری فتح کا یہ قول شہ دیں،اے خاک فلسطین

غم اتنا ہے لفظوں سے عیاں ہو نہیں سکتا
دکھ تیرا فریدی سے بیاں ہو نہیں سکتا
اے کل کی سخی! آہ تو ہے آج کی مسکین،اے خاک فلسطین

اسلام اور اسلام مخالف نظریات

از: محمد مجتبی رضا نشر غزالی، متعلم جامعۃ الرضا، بریلی شریف

نحمده و نصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد
فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ان الدین عند اللہ الإسلام" ترجمہ: بیشک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

اسلام ایک توحید پرست دین ہے، اسلام کے متعلق بات کرنے سے پہلے اس وہم کو دور کرنا ضروری ہے کہ اسلام ایک قدیم دین ہے یا جدید؟ کچھ اسلام مخالف، تاریخ سے ناآشنا اور تعلیم سے کوڑھ افراد جس کے اپنے مذہب کا تاریخ سے کوئی واسطہ نہیں، جن کا مذہب بس من گھڑت باتیں اور مصنوعی کہانیوں پر آدھارت ہے۔ سوشل میڈیا پر یہ راگ الاپتے رہتے ہیں کہ اسلام ایک جدید مذہب ہے، جس کی بنیاد محمد ﷺ نے ساتویں صدی عیسوی میں رکھی اس سے پہلے اسلام کا کوئی نام ونشان نہیں تھا اور ہمارا مذہب ہزاروں سال پرانا ہے تو ہم اپنے قدیم مذہب کو چھوڑ کر ایک نئے مذہب کی پیروی کیوں کریں، ہمارے کچھ بھولے بھالے بھائی ان کے اس بہکاوے میں آ بھی جاتے ہیں کیونکہ انہیں بھی مصنوعی کہانیاں سننا اچھا لگتا ہے، اور وہ اس مغالطہ میں پڑ جاتے ہیں کہ جب ہمارے نبی کریم ﷺ ہی چھٹی صدی عیسوی سے پہلے پیدا نہیں ہوئے تھے تو بھلا اسلام کا وجود کیسے اس سے پہلے ہو سکتا ہے؟ وہ شاید یہ بھول جاتے ہیں کہ خداوندِ قدوس کی مقدس کتاب قرآن عظیم ہمیں بتاتی ہے کہ اول البشر خلیفۃ اللہ حضرت آدم علیہ السلام ہمارے سب سے پہلے نبی ہیں جنہوں نے وہی تعلیم دی جو اسلام کی تعلیم ہے۔ اور ہمارے نبی امام الانبیاء سبب تخلیق دوعالم ﷺ سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں۔ آپ ﷺ سے پہلے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوۃ والسلام اس عالم گیتی پر تشریف لائے اور انہوں نے اللہ رب العزت کی وحدانیت اور احکاماتِ خداوندی کو لوگوں تک بحسن وخوبی پہنچایا اور اسلام کی تعلیمات سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ الگ الگ زمانے میں اسلام الگ الگ ناموں سے موسوم رہا، یہ یاد رہے کہ نام بدل جانے سے اشیاء کی ماہیت پر کچھ فرق نہیں پڑتا مثلاً اگر کوئی شخص آم کا نام املی رکھ دے تو نا ہی اس سے اس کی حقیقت بدلے گی اور نا اس کے ذائقہ پر کچھ فرق آئے گا۔ ہمارے نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے سارے انبیاء کرام نے ہمارے پیارے نبی ﷺ کی آمد کی بشارت دی، اور آپ ﷺ پر لوگوں کو ایمان لانے کی طرف رغبت دلائی، حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوۃ والتسلیم سے لیکر حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوۃ والتسلیم تک سارے انبیاء کرام ہمارے نبی ﷺ کے امتی اور نائب ہیں اور ہمارے نبی ﷺ ان کے امام و سردار، اب آپ ہی بتائیں اس کے باوجود بھلا اسلام نیا مذہب کیسے ہو سکتا ہے؟

اب جب کہ ہم نے یہ سمجھ لیا کہ سب سے قدیم اور سچا دین اسلام ہے تو آیئے اسلام کا معنیٰ و مفہوم، لغت، اصطلاح قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، اسلام کا مادہ س ل م ہے، لغوی اعتبار سے اس کا معنی اطاعت اور امن کے ہے اور اصطلاح میں فرمان خداوندی اور اطاعت رسول ﷺ کا نام ہے۔

(۱) اسلام کا معنی، تسلیم کرنا، جھکنا اور خود سپردگی و اطاعت اختیار کرنا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ

"اَسْلِمْۙ-قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" یاد کرو جب اس کے رب نے اسے فرمایا: فرمانبرداری کر، تو اس نے عرض کی: میں نے فرمانبرداری کی اس کی جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

(۲) اسلام کا دوسرا معنی خود امن و سکون پانا، دوسرے افراد کو امن و سلامتی دینا اور کسی چیز کی حفاظت کرنا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالی نے فرمایا: "یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ" اللہ اس کے ذریعے اسے سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے جو اللہ کی مرضی کا تابع ہو جائے۔

(۳) اسلام کا تیسرا معنی بچنے، محفوظ رہنے، مصالحت اور امن و سلامتی پانے اور فراہم کرنے کے ہیں، حدیث شریف میں اس لغوی معنی کی وضاحت کچھ یوں ملتی ہے فرمانِ رسول اللہ ﷺ ہے: " اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ منْ لِّسَانِه وَيَدِه " "بہتر مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

نوٹ:- مادہ س ل م سے بننے والا کلمہ کی خصوصیت یہ کہ اس کے معانی کے اندر امن، سلامتی، حفاظت اور سکون جیسے معانی ضرور پائے جائیں گے۔

آج دنیا بھر میں دو ارب سے زیادہ اسلام سے محبت رکھنے والے اور وحدانیت خداوندی اور رسالت مآب ﷺ پر ایمان رکھنے والے ہیں جو اپنا تن من دھن سب اسلام کے نام پر ہمہ وقت نچھاور کرنے کو تیار ہے، تعداد کے اعتبار سے اسلام تقریبا ۲۵ فیصد کے ساتھ دنیا کا دوسرا سب سے بڑا دین ہے۔ جو انسانوں کو ایک خدا کی پرستش کا حکم دیتا ہے، چوری، زنا، دغا، خیانت، ظلم، جہل الحاصل ہر بری چیز سے روکتا ہے، غریب و امیر، سیاہ فام و سفید فام کے مابین تفریق کو ختم کرنے کا، چھوٹوں پر شفقت بڑوں سے محبت، عورتوں کی عزت، بزرگوں کی تکریم اور ہر طرح کے بھلائی کا حکم دیتا ہے، اپنی تمام تر اچھائیوں اور خوبصورت روایات کے باوجود، اسلام کو اسلام مخالف نظریات کی شکل میں چیلنجوں کا سامنا ہر دور میں کرنا پڑا ہے، جسے عرف عام میں اسلاموفوبیا یا اسلام دشمنی کہا جاتا ہے۔

اس مضمون کا مقصد اسلام کی خوبیوں، اس کے تاریخی پس منظر اور اسلام دشمنی کے مظاہر کو تلاش کرنا ہے۔

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ حضرت عبد للہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم نور مجسم سرور دوعالم ﷺ نے فرمایا: " بنِيَ الإسْلاَمُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلاَةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ البَيتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ" اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: گواہی دینا کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، (بیت اللہ کا) حج کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

اسلام کا تاریخی پس منظر واقعات اور پیش رفت کے سلسلے بہت وسیع و عریض ہے جس نے اس کی شناخت کو تشکیل دیا ہے۔ حضور نبی اکرم نور مجسم سبب تخلیق دوعالم ﷺ کی زندگی، آپ ﷺ کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت اور اس کے بعد پہلی اسلامی ریاست کا قیام عالم اسلام کے لیے ایک بنیادی سرگزشت ہے۔ جزیرہ نما عرب سے باہر اسلام تجارت، فتوحات اور ثقافتی تبادلوں کے ذریعے پھیلا جس کے نتیجے میں قیصر و کسریٰ کی حکمرانی ماند پڑ گئی اور اندلس (اسپین پرتگال) سے جنوبی ایشیا تک پھیلی ہوئی ایک وسیع اسلامی تہذیب معرض وجود میں آئی جس نے لوگوں کو امن و شانتی کا پیغام دیا اور ان کو اپنے مالک حقیقی کی خبر دی اور ظلم و جہالت سے نکال کر علم و حکمت کے عظیم منارہ پر قیام پذیر کر دیا۔ تہذیب اسلامیہ کا سنہرا دور تقریباً آٹھویں صدی سے چودھویں صدی عیسوی تک رہا جس کے دوران اسلام خوب پھلا پھولا۔ اس عرصہ میں علماء اسلام نے سائنس، طب،

ریاضی، فلسفہ وغیرہ سمیت مختلف شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دیں۔اور دنیا کو یک لخت بدل کر رکھ دیا۔ بغداد میں بیت الحکمت علمی ترقی کا مرکز بن گیا، قدیم یونانی اور رومن متون کے ترجمے کے ساتھ ساتھ جدید علوم وفنون کا انہوں نے دریا بہادیا۔ یہ دور اس وقت کی عکاسی کرتا ہے جب اسلامی معاشروں نے ثقافتی، سائنسی اور اقتصادی میدانوں میں ترقی کی تھی اور یورپ اپنے جہالت کے سبب سفید فام اور سیاہ فام کے درمیان خط امتیاز کھینچتا تھا، عورتوں اور غلاموں کے ساتھ جانوروں کی طرح یا اس سے بھی بدتر سلوک کرتا اور برصغیر کے ہنود پیشاب پینے اور گوبر کھانے کو اپنے پاکی کا سبب سمجھتے تھے۔

اپنی عظیم تاریخ کے باوجود، ہمیشہ سے اسلام اکثر اسلام مخالف نظریات کا نشانہ رہا ہے۔اسلام دشمنی مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی رہی ہے، کبھی روہنگیوں پر ظلم کیا جاتا ہے، تو کبھی ویگروں پر جبر کے پہاڑ توڑ دیے جاتے ہیں اور کہیں مسلمانوں کو بے گھر کر دیا جاتا ہے۔ یہ تو جہاں اسلام اقلیت میں ہے وہاں کی حالت ہے لیکن جہاں اسلام اکثریت میں ہیں مثلاً یمن، عراق، لیبیا، سیریا، لبنان، ہندوستان، پاکستان اور افغانستان میں تو یہاں انہیں معاشی اعتبار سے بے دست و پا کر دیا جاتا ہے۔

اور فی الوقت فلسطینیوں کی کیا حالت ہے کسی پر پوشیدہ نہیں، انفرادی تعصب سے لے کر نظامی امتیاز تک، اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمیاں، دقیانوسی تصورات منفی رویہ، لوگوں تک پھیلایا جاتا ہے۔ میڈیا جغرافیائی سیاسی کشیدگی، اور گوروں کے بیانات نے اسلام مخالف ہمت کو مزید تقویت پہنچائی ہے۔

آج دفاع کرنے والے کو مجرم اور حملہ کرنے والے کو آتم رکشک کہا جاتا ہے جنھوں نے بیت الحکمت (جو کہ اب تک کی سب سے بڑی لائبریری تھی) کے در و دیوار کو تہہ و بالا کر دیا انہیں ہیرو اور جس نے اس کی بنیاد رکھی اس قوم کے سروں پر دہشت گردی کا دھبہ لگادیا جاتا ہے، آج حملہ آور اور آتم رکشک کے درمیان فرق کرنا بہت ضروری ہے۔ اسلام ہمدردی، انصاف اور مساوات جیسی اقدار کو فروغ دیتا ہے۔ قرآن واضح طور پر بے گناہ جانوں کے خلاف تشدد کی مذمت کرتا ہے، دہشت گردی اور انتہا پسندی کو مسترد کرتا ہے اور ظلم کے خلاف لڑنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اسلام کو تشدد کی کارروائیوں سے جوڑنا مذہب کے اصولوں کو مجروح کرنا ہے اور بداعتمادی کی فضا کو فروغ دینا ہے، اور ایک وسیع تاریخ کو مسخ کرنے کی ناکام کوشش ہے۔

☆☆☆

دین کو سب سے زیادہ نقصان جاہل پیر اور نام نہاد صوفیوں نے پہنچایا ہے۔

مسلمان جب تک قرآن و سنت اور اسلاف کے نظریات پر قائم رہے تب تک کامیاب رہے، جب سے اسلاف کے فرامین کو پیٹھ پیچھے رکھا تب سے تنزلی کا شکار ہے لہذا فی زمانہ ہماری سب سے اہم ذامہ داری یہ ہے کہ عوام الناس کے درمیان سے نام نہاد صوفیوں اور پیروں کو پہچان کر اس سے عوام الناس کو آگاہ کریں اور اعمال وایمان کی حفاظت کریں۔

ورنہ وہ دن دور نہیں ہے کہ چہار جانب اسلام مخالف نظریات کامیاب ہوتے نظر آئیں گے

القضايا الاجتماعية الإنسانية الفلسطينية: نظرة عامة

د/ محمد مبشرحسن
جامعة نيبال المفتوحة كاتماندو

خلفيات القضية الفلسطينية:

من المعروف أن فلسطين لها مكانة دينية كبيرة، وقضاياها من أهم القضايا في العالم من ناحية إنسانية أولاً ومن ناحية دينية ثانياً، في هذا الأمر توحدت كلمات جميع طبقات المسلمين مذهبا وموقفا، بأنهم قاموا بالتزام بوجوب الدفاع عن فلسطين، وجميع مقدساتها وحل المشاكل للقضايا الفلسطينية الاجتماعية والسياسية، لأن الكياني الصهيوني اليهودي قد أنشأ مركزاً لتنفيذ برنامجه الغربي الصهيوني وتكميل أهداف أخرى، من حل الصعوبات لليهود في "أوروبا"، أو المرحمة الدينية مع أمنياتهم، فإنهم يظلمون على الشعب الفلسطيني ويستمرون في إخراجه من فلسطين وتخريب كيانه وإلقاء العالم الإسلامي في الخطر، والاستقرار العالمي للانفجار، في سبيل تحقيق مقاصدهم تلك.

إن هذه القضية الفلسطينية القديمة من أعظم القضايا العالمية التي أثرت قلوب المسلمين والمسلمات جميعاً، وما تزال تشغل البلاد العربية والإسلامية من الأسباب المهمة التالية:

(١) طبيعة الأرض بروحانيتها وبركاتها ومركزيتها في قلوب المسلمين.

(٢) طبيعة العدو بإقامة دعوته المذهبية و معتقداته الدينية والتاريخية، وبروحه الإحلالية التوسيعية، التي تحاول لطرد شعب فلسطين، وإلغاء حقوقه الأصلية في أرضه ومقدساته.

(٣) طبيعة التحالف الغربي- الصيهوني الذي هدف أساساً إلى تخريق الأمة الإسلامية، وإضعافها وإبقائها مفرقة الأوصال، تدور في فلك التبعية للقوى الكبرى.

غير هذه القضايا كثيرة من المسائل الاجتماعية الفلسطينية كما تكون في كل دولة تجاه التحديات الاجتماعية والاقتصادية والدراسية والقضية العائلية وغيرها، سأذكر ههنا من هذه التحديات ومن الحقائق البارزة والاعتقادات الإسلامية والمزاعم اليهودية التي تتمحور في القضية الفلسطينية فيما يلي:

فلسطين الحضارة:

أرض فلسطين هي قديمة جدا في المناطق الحضارية في العالم وهي أول أرض استقرت فيها حياة الإنسان والزراعة قبل حوالي ١١ الف سنة ٩٠٠٠ق حسب الاكتشافات الأثرية الحديثة، "وفي ربوعها أنشأت أقدم مدينة في التاريخ "مدينة أريحا" حوالي ٨ آلاف سنة ق م، ومازالت معمورة زاخرة بالحضارة المختلفة إلى عصرنا هذا. عندما قدم الكنعانيون من جزيرة العرب نحو ٢٥٠٠ ق م."

(د. محسن محمد صالح: "القضية الفلسطينية خلفياتها التاريخية وتطوراتها المعاصرة"، ص١٠.)

كانت هجرتهم واسعة بحيث أصبحوا السكان

الأساسيين للبلاد، وقد أنشأوا مالا يقل عن مأتي مدينة وقرية في فلسطين، مثل مدينة "بيسان" و"عسقلان" و"عكا" و"حيفا" و"الخليل" و"أسدود" و"بئر السبعة" و"بيت لحم". يرى ثقات المورخين أن معظم فلسطين الحالين، خصوصاً القرويين، هم من أنسال القبائل الكنعانية والعمورية والفلسطينية.

مكانة فلسطين الإسلامية:

لأرض فلسطين منزلة رفيعة في قلب كل مسلم، لأنها أرض مقدسة بنص القرآن: "يَٰقَوْمِ ٱدْخُلُواْ ٱلْأَرْضَ ٱلْمُقَدَّسَةَ ٱلَّتِى كَتَبَ ٱللَّهُ لَكُمْ (المائدة ٢١) وقوله تعالى: "وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا" (سورة الأنبياء ١٨) وفي هذه الأرض "المسجد الأقصى" هو أول قبلة للمسلمين، وثاني المساجد في التاريخ بُنى لله في الأض، وفي الدرجة الثالثة مكانة في الإسلام، وهي أرض مباركة للإسراء، فإليها أسرى بمحمد صلى الله عليه وسلم: "سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ" (سورة الإسراء ١)

فقد اختار الله تعالى المسجد الأقصى ليكون مسرى رسول الله صلى الله عليه وسلم من المسجد الحرام إلى المسجد الأقصى، ومنه كان معراجه إلى السماء، فشرّف الله سبحانه هذالمسجد وأرض فلسطين تشريفا عظيماً. وهناك في المسجد الأقصى، جمع سبحانه الأنبياء حيث أمهم رسول الله في الصلاة، دلالة على استمرار رسالة التوحيد التي جاء بها الأنبياء، وعلى انتقال ميراث الأنبياء والامامة وأعباء الرسالة إلى الأمة الإسلامية.

وفلسطين أرض الأنبياء ومبعثهم، عليهم السلام فعلى أرضها' عاش "إبراهيم" و"لوط" و"إسماعيل" و"إسحق" و"يعقوب" و"يوسف" و"داؤد" و"سليمان" و"صالح" و"زكريا" و"يحيى" و"عيسى" عليهم السلام ممن ورد ذكرهم في القرآن، كما زارها محمد صلى الله عليه وسلم وعاش على أرضها العديد من أنبياء بني إسرائيل، ممن لم يرد ذكرهم في القرآن، عندما كانت تسوسهم الأنبياء وممن ورد ذكرهم يوشع عليه السلام. وهي تعد من منظور الإسلامي في الحديث الصحيح أن بيت المقدس هي "أرض المحشر والمنشر" (حديث صحيح: رواه "الإمام احمد" في مسنده، و"ابن ماجه " في سننه.)

وبلاد الشام وفلسطين جزء منها. لهذه الأسباب إن قلوب المسلمين تخفق لها، ويضحون في سبيلها بنفوسهم ونفائسهم.

المزاعم التاريخية والدينية لليهود:

إن إدعاءات الحقوق التاريخية اليهودية تتهاتف في فلسطين أمام حقوق العرب المسلمين في أراضيهم وإن الشعب الفلسطيني قد عمر هذه الأرض قبل ما يقارب ١٥٠٠ سنة من تأسيس بني

إسرائيل وطنهم (مملكة داؤد)، وكان اليهود تولوا أجزاء من أرض فلسطين، وليس سائرها حوالي أربعة قرون، وخاصة بين ١٠٠ – ٥٨٦ق م، واستمرت حكومتهم كما تزال حكومة غيرهم من

الأشوريين والفرس والرومان والإغريق، بينما ظلت شعوب فلسطينية راسخة في أرضها، وكانت الحكومة الإسلامية هي أطول من جميعها، حيث بقيت نحو ١٢٠٠ سنة، (٦٣٦- ١٩١٧م) باستثناء الفترة الصليبية ٩٠ عاماً. وقد انقطعت علاقة اليهود عملياً بفلسطين نحو ١٨٠٠ عام منذ ١٣٦م–وحتى القرن العشرين لم يكن فيهم تواجد من السياسة أو الحضارة والريادة ، بل حرمَت عليهم تعاليمهم الدينية الرجوع إليها. لم يغادر الشعب الفلسطيني الأصلي طوال الأربعة آلاف وخمس مئات سنة الماضية إلى أن طُرد عدد كبير منهم قسراً على يد العصابات الصيهونية سنة ١٩٤٨م، وما زالوا إلى الآن يجاهدون لاسترداد أرضهم دون أن يتناولوا عنها.

"وإن معظم من ٨٠% من اليهود المعاصرين حسب دراسات عدد من الباحثين والعلماء اليهود أنفسهم وعلى رأسهم الكاتب الشهيرآثر كوستلر Arthur Kestler صاحب القبيلة الثالثة عشر The Thirteenth tribe: The Khazar Empire & Its Heritage، لا يمُتّون بني إسرائيل ولا إلى فلسطين بأي صلة نسب وتاريخ، لأن معظم اليهود المعاصرين هم من يهود الخزرالذين ترجع أصولهم إلى قبائل تترية- تركية قديمة استوطنت منقطة شمال القوقاز(جنوب رسيا) وتهودت في القرن الثامن الميلادي بقيادة ملكها بولان Bulan سنة ٧٤٠م وعندما سقط ملكهم انتشروا في روسيا وشرق أروبا، وهم ما يعرف الآن باليهود الأشكناز، فإن كان لهم ثمة حق في العودة فليعودوا إلى جنوب روسيا" (د.محسن محمد صالح: "القضية الفلسطينية خلفياتها التاريخية وتطوراتها المعاصرة"، ص ٢٣.)

قد استمر اليهود اليوم أن يحتلوا أرض فلسطين على مزاعمهم الدينية والتأريخية، فهم يظنون وعدهم هذه الأرض، ويرتبطون بها تأريخيا ونفسيا ورحيا من حيث الحكم والتواجد على أرضها، وقدسيتها لديهم. والمسلمون يؤمنون أن لليهود حريتهم الدينية، ليس من حق أحد أن يكرههم على تغيير عقائدهم،كما قال الله تعالى: "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ" (سورة البقرة ٢٥٦)

ولكن ليس من حقهم أن يلزموا الأخرين بعقيدتهم. "كما أنه ليس من حقهم أن يشردوا شعباً من دياره، ويغتصبوا أرضه وأملاكه ومقدساته تحت دعوهم الدينية. وإن المسلمين لا يحاربون اليهود لكونهم اليهوداً فقط. فالأصل في علاقات المسلمين بأهل الكتاب وأهل الذمة هو الإحسان والعدل وتقديم سائر الحريات ووالحقوق الدينية وحقوق المواطنة الكاملة لهم تحت حكم الإسلام، وإن "المشكلة اليهودية" والعداء للسامية نشأت في أوربا. إن المسلمين يقاتلون اليهود الصهاينة المعتدين الذين اغتصبوا أرض فلسطين وشردوا شعبها وانتهكوا

مقدساتها" (را: د. السرجاني، راغب، فلسطين واجبات الأمة، ط ١، ٢٠١٠م، ود. جمال الدين، عبد الهادي، الطريق إلى بيت المقدس.)

وسيقاتل المسلمون أية فئة أو جماعة تحاول أرضهم مهما كان دينها وقوميتها.

الورثة الحقيقيون:

إن المسلمين يعتقدون أنهم من الورثة الحقيقيين، لهم حق كثير أن يحصلوا على ميراث "داؤد" و"سليمان" وأنبياء بني إسرائيل ورسلهم وصالحيهم، الذين رفعوا راية التوحيد وحكموا فلسطين تحت علمها، وقد تحولت شريعة حكمها إلى المسلمين، لأنهم رفعوا علم التوحيد على طريقهم بعد هؤلاء الرسل عليهم السلام. ويعتقد المسلمون أن اليهود تنكبوا عن طريق الحق، وحرفوا كتبهم، وقتلوا أنبياءهم، وباؤوا بسخط الله سبحانه وغضبه.

وإن دعوة "إبراهيم" و"إسحق" و"يعقوب" و"إسماعيل" و"موسى" و"داؤد" و"سليمان" و"عيسى" عليهم السلام تستمر وتمتد وتتصل بدعوة الإسلام اليوم. فالمسلون الآن هم أحق الناس بهذا الميراث بعد أن انحرف الآخرون. والمسئلة غير مرتبطة بالجنس والنسل والقومية، وإنما مرتبطة لإتباع المنهج، وعلى هذا فنحن المسلمين نؤمن أن رصيد الأبنياء هو رصيدنا، وتجربتهم هي تجربتنا وتاريخهم تاريخنا، والشرعية التي أعطاها الله تعالى للأنبياء وأتباعهم في حكم الأرض المقدسة هي دلالة على شرعيتنا وحقنا في هذه الأرض وحكمها. قال الله تعالى: "مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ" (آل عمران ٦٧)

وقال تعالى: "وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ" (سورة البقرة ١٣٢)

وقال تعالى: "وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ" (سورة البقرة ١٢٤)

وهكذا بشّر الله تعالى نبيه إبراهيم عليه السلام أن القيادة لا يحصل عليها الظالمون من ذريته، لأن الأمر مرتبط بالاستقامة على منهج الله، ولو كان الأمر مرتبطاً بالتناسل فلا ينبغي لبني إسرائيل أن يقصروه على أنفسهم، ولاستحق إسماعيل عليه السلام ونسله هذا الوعد الذي أعطى لإبراهيم، ولاستحقه العرب المنتسبون إلى إسماعيل جد العرب العدنانية، ومنهم قريش وسيدنا محمد صلى الله عليه وسلم.

محمد مبشرحسن المصباحي

جامعة نيبال المفتوحة كاتماندو

رئيس المنظمة"مسلم بورد نيبال"

مديرومؤسس مركز فاطمة الزهراء للبنات بست فورسرلاهي

☆☆☆

فتنہ ارتداد: ایک نظر (اسباب و تدارک)

از: محمد شعیب خان نجمی رضوی لکھیم پوری

دین اسلام اللہ عزوجل کا محبوب دین ہے اور حقیقت میں یہی دین ہے جو نجات دنیوی و اخروی کا ضامن ہے۔ اسلام ایک ایسا عمدہ اور لاجواب دین ہے جو اس کی معرفت حاصل کرلیتا ہے اس کی آغوش میں آکر اپنی دنیا و آخرت کو سنوار لیتا ہے۔ جس کی مثالیں دنیا کے گوشے گوشے سے بذریعہ میڈیا و سوشل میڈیا موصول ہوتی رہتی ہیں۔ چونکہ یہ دین ایسا پرکشش اور سچا ہے تو ظاہر سی بات ہے اس کے دشمن و مخالف بھی بکثرت موجود ہوں گے۔ اسلام مخالف تحریکیں اور فتنے زمانہ نبوی سے رونما ہوتے رہے ہیں اور اہل اسلام ان کے خلاف سینہ سپر رہے ہیں۔ ہمارے ملک ہندوستان میں ان دنوں اسلام مخالف سرگرمیاں زور پر ہیں، سادہ لوح مسلمانوں کو اسلامی تہذیب و تمدن، عقائد و نظریات، شعائر اسلام یہاں تک بنیادی انسانی حقوق سے بھی محروم کرنے کی سازش ہو رہی ہے۔ اس میں سب سے بڑا اور اہم کردار ہندوستان کی دہشت گرد جماعت آر ایس ایس اور اس کی گود میں پلی سیاسی جماعت بی جے پی کا ہے۔ بی جے پی اپنی سیاست ہندتوا کے نام پر کرتی ہے، جس کا اسے انتخابات میں فائدہ ہوتا ہے، اور اپنے اسی فائدہ کے لیے وہ پورے ملک کو خانہ جنگی کی طرف دھکیل رہی ہے۔ ہندوستان کی دوسری سب سے بڑی آبادی مسلمانوں کی ہے، باوجود اس کے مسلمانوں کو چہار جانب سے پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ہندوستان میں اسلاموفوبیا بڑھتا جارہا ہے اور دنیا بھر کے امن کے ٹھیکیدار ادارے اس پر خاموش ہیں۔ فی زمانہ بالعموم دنیا بھر میں اور بالخصوص ہمارے ملک ہندوستان میں متعدد فتنے اور تحریکیں متحرک و فعال ہیں جو اسلام اور اہل اسلام کے خلاف منصوبہ بندی میں مصروف عمل ہیں۔ اس دور کے تمام فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ ارتداد کا ہے۔

ارتداد کیا ہے؟

ارتداد کا لغوی معنی ہے لوٹنا، پلٹنا، واپس ہونا، پھرنا، تو ارتداد عن الدین کا معنی ہوا بے دین ہونا، دین سے پھرنا، دین سے پلٹنا۔

مرتد کون ہے؟

اسلام میں مرتَد وہ شخص ہے جو اسلام کے بعد کسی ایسے امر کا انکار کرے جو ضروریات دین سے ہو یعنی زبان سے کلمہ کفر کہے جس میں تاویل صحیح کی گنجائش نہ ہو۔ یونہی بعض افعال بھی ایسے ہیں جن کے کرنے سے شخص کافر ہوجاتا ہے مثلاً بت کو سجدہ کرنا، مصحف (قرآن) شریف کو نجاست کی جگہ پھینک دینا۔ (تفصیل کے لیے رجوع کیجیے: بہار شریعت جلد دوم، ص ۴۵۳ تا ۴۶۶)

اللہ عزوجل قرآن عظیم میں ارتداد کی مذمت میں ارشاد فرماتا ہے: وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓىٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِۚ-وَ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ-هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہوجائے پھر کافر ہی مرجائے تو ان لوگوں کے تمام اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہوگئے اور وہ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس کے علاوہ احادیث میں مرتد کی شدید مذمت اور اس کے قتل کا حکم آیا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت عکرمہ سے مروی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں زندیق پیش کیے گئے۔ آپ نے انھیں جلوا دیا۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس کو خبر پہنچی تو فرمایا میں ہوتا تو نہ جلاتا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا، فرمایا کہ، "اللہ عزوجل کے عذاب کے ساتھ تم عذاب مت دو"۔ اور میں

انھیں قتل کرتا، اس لیے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، "جو شخص اپنے دین کو بدل دے اسے قتل کر ڈالو۔"

موجودہ دور میں فتنۂ ارتداد ہمارے معاشرے میں پیر پسار رہا ہے۔ ہندوستان میں یہ فتنہ مردوں کے مقابلے عورتوں، بچیوں میں زیادہ پھیل رہا ہے اور اس کے لیے باقاعدہ طاغوتی طاقتوں کی طرف سے منصوبہ بندی ہو رہی ہے اور ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ گزشتہ ۵ سالوں کا ڈیٹا اٹھا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ لاکھوں کی تعداد میں مسلم خواتین اسلام سے منحرف ہو کر کفر کے دلدل میں پھنس چکی ہیں پھر ان کے ساتھ کیا سلوک ہوا اس کو سوشل میڈیا سے تعلق رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں۔ چند مثالیں قارئین کی خدمت میں پیش ہیں:

(۱) معاملہ مراد آباد کا ہے ثنا کے گھر والوں نے ۲۲ سال کی عمر میں اس کی شادی ریحان نام کے لڑکے سے کروادی، دو سال نکاح میں رہی، درمیان میں غیر مسلم شخص اجے سے افیئر ہو گیا، ریحان سے طلاق لیا، اسلام چھوڑ کر ثنا سے سونم بنی، اجے سے ہندو طور طریقے سے شادی رچائی، پونے دو مہینے بعد لاش پنکھے سے لٹکی ملی۔ آج تک کی رپورٹ کے مطابق معاملہ ۱۹ اگست ۲۰۲۲ کا ہے۔

(۲) دوسری خبر دہلی کی ہے جہاں لڑکے اور اس کی بہن نے مل کر لڑکی کو قتل کر کے گھر سے ۱۲ کلو میٹر دور پھینک دیا۔ لڑکی کا نام روحنا ناز، عمر ۲۵ سال کے آس پاس تھی۔ وہیں لڑکے نام ونیت تھا۔ دونوں چار سال پہلے اپنے گھر سے بھاگ کر آئے تھے۔ لڑکی نے اسلام کو چھوڑ کر ہندو دھرم اپنا کر اپنا نام ماہی رکھ لیا تھا، دونوں بغیر شادی کیے ہی ایک ساتھ رہتے تھے۔ جب لڑکی نے شادی کا مطالبہ کیا تو لڑکے نے اپنی بہن پارول کے ساتھ مل کر ماہی کو بے رحمی سے قتل کیا اور لاش کو کندھے پر رکھ کر رات کے اندھیرے میں ۱۲ کلو میٹر دور پھینک آیا۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔

(۳) ایک معاملہ یوپی کے ضلع کوشی نگر کا ہے یہاں کی ایک سونی نام کی مسلم لڑکی کو سوشل میڈیا پر پولیس کانسٹیبل روشن رائے سے محبت ہوگئی، محبت ہونے کے بعد دونوں ریلیشن شپ میں رہنے لگے ایک سال تک ایسا ہی چلتا رہا، پھر جب روشن رائے کا جی بھر گیا تو کنارہ کشی اختیار کرنے لگا، معاملہ کوشی نگر پولس محکمہ کے اعلی افسر تک پہنچا، اس نے دونوں کو سمجھا بجھا دونوں کی شادی کرادی۔ شادی کے ڈیڑھ مہینے بعد سونی کی سڑی ہوئی لاش کمرے میں ملی۔

میرا والا سب سے الگ ہے!

(۴) اکثر لڑکیوں کے من میں یہ خیال آتا ہے کہ میرا والا ایسا نہیں ہے، ان کے لیے جرنی مرر نامی ویبسائٹ نے ایک خبر شائع کی، مظفر پور کی رہنے والی ایک لڑکی جس کا نام رخسار تھا اسے ایک لڑکے شیخر سے عشق ہو گیا، لڑکی نے اسلام چھوڑ کر ہندو دھرم اپنا لیا اور ماہی بن اس سے شادی کر لی۔ کچھ دنوں کے بعد شیخر نے اپنا رنگ دکھانا شروع کیا اور اس سے نفرت کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اپنے بہنوئی کے ساتھ تعلقات بنانے کے لیے بھی کہنے لگا۔ یہ سب دیکھ کر ماہی نے اس سے طلاق کا مطالبہ کیا، اس پر شیخر نے ماہی کو جان سے مارنے کی دھمکی دی، شیخر اپنا کام کرتا اس سے پہلے یہ پولس کے پاس چلی گئی پولس نے اس کی نہ سنی تو پریس کانفرنس کر ماہی نے اپنی کہانی میڈیا کے سامنے رکھی۔

(۵) مراد آباد کی رہنے والی ریشما کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا، جب ریشما کو ایک آٹو والے سے عشق ہو گیا۔ ریشما نے اپنی پوری کہانی میڈیا کے سامنے بتائی، اسی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں: ریشما بتاتی ہیں کہ میں مراد آباد کے محلہ بروالان کی رہنے والی ہوں، یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں انٹر میڈیٹ پاس کرنے کے بعد مجولہ کے علاقے میں ایک فرم میں کام کرتی تھی۔ میں جس آٹو میں جاتی تھی اسے ابھن پور کنڈر کی کا راج کمار چودھری چلاتا تھا۔ ہم دونوں آہستہ

آہستہ باتیں کرنے لگے پھر ہماری دوستی ہوئی اور یہ دوستی محبت میں بدل گئی ہم دونوں تقریباً ۸ سال تک رشتے میں رہے اس دوران میں نے راجکمار کو کئی بار مجھ سے شادی کرنے کا کہا۔ تو وہ کہنے لگا کہ اگر آپ شادی کرنا چاہتی ہیں تو آپ کو اپنا دھرم تبدیل کرنا پڑے گا، آخر کار اپنی محبت کے حصول کے لیے میں اپنا دھرم تبدیل کر ریشما سے پرینکا بن گئی، اس کے بعد ۲۰۲۱ میں میں نے سات پھیرے لیے اور ہندو رسم ورواج کے مطابق راجکمار سے شادی کی۔

ریشما آگے کہتی ہیں: شادی کے بعد وہ مجھے اپنے گاؤں لے گیا، شروع میں سب ٹھیک تھا لیکن آہستہ آہستہ اس نے مجھ پر پابندیاں لگانا شروع کر دیں۔ وہ مجھے گھر سے نہیں نکلنے دیتا تھا۔ ایک وقت ایسا آیا جب میں نہ کسی سے مل سکتی تھی اور نہ ہی کسی سے بات کر سکتی تھی، مجھے لگا کہ میں قیدی بن گئی ہوں، مجھے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے میں جیل میں ہوں، میں نے اپنی ساس گڈو دیوی سے کئی بار اس کی شکایت کی لیکن ساس نے بھی کہا کہ جیسے شوہر رکھ رہا ہے ویسے ہی رہ۔ عورتیں صرف گھر کی چہار دیواری کے اندر رہتی ہیں۔

ریشما بتاتی ہیں۔ "جب میں نے مراد آباد میں رہنے پر اصرار کیا تو راج کمار بھڑک گیا۔ بات بات پر وہ مجھے بیلٹ سے مارتا تھا۔ ایک دن اس نے مجھے بیلٹ سے اتنا مارا کہ میرے پورے جسم پر نیلے رنگ کے نشان پڑ گئے۔ جب میں ۲ ماہ کی حاملہ تھی تو اس نے میرے رحم پر لات ماری جس کی وجہ سے میرے پیٹ میں بچہ مر گیا اس کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ اب مزید برداشت نہیں کروں گی۔ موقع پا کر میں اپنے گھر پہنچی، اس کے بعد میں نے بلاری تھانے میں اپنے شوہر، ساس اور سسر کے خلاف ایف آئی آر درج کرائی۔

ان کے علاوہ ہزاروں ایسی خبریں سوشل میڈیا پر موجود ہیں جن کو پڑھ کر دل جلتا ہے۔ افسوس ہے ہماری قوم کے قائدین پر جو اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود صرف ذاتی اختلافات میں پڑے ہیں۔ اب ہم ارتداد کے چند اسباب کو درج کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

ارتداد کے اسباب!

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًاؕ-وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْۚ-قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَ مَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُؕ-قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ اے ایمان والو! غیروں کو راز دار نہ بناؤ، وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کریں گے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ بیشک (ان کا) بغض تو ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ بیشک ہم نے تمہارے لئے کھول کر آیتیں بیان کر دیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔

بعض مسلمان اپنے قرابت دار اور رشتہ دار یہودیوں وغیرہ سے قرابت یا پڑوس کی بنا پر دوستی اور میل جول رکھتے تھے۔ ان کے متعلق یہ آیتِ کریمہ اتری۔

اگر ہم مذکورہ آیت کریمہ میں غور کریں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ارتداد کی ایک بہت ہی اہم وجہ مسلمانوں کا غیر مسلموں سے اختلاط، ان سے دوستی کرنا اور ان کو اپنا راز دار بنانا ہے۔ آج ان کے ساتھ اٹھنے، بیٹھنے، کھانے، پینے، ان کے گھر آنے جانے، ان سے دوستی کرنے، اسکول اور کالجز میں مسلم بچے، بچیوں کا غیر مسلم بچے، بچیوں سے ملنے اور مذہبی معاملات میں انکے ساتھ اختلاط میں کوئی برائی نہیں سمجھی جاتی۔ ہمارے معاشرے میں علم دین حاصل کرنے والے کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، مسلمان اپنی اولاد کو دینی تعلیم سے دور رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کو اپنے دین کے بارے میں کچھ علم ہوتا ہے نہ عقائد و نظریات کی پختگی ہوتی ہے، اس کے بر خلاف غیروں کے یہاں دین اسلام کے معمولات و نظریات کے خلاف باقاعدہ ٹریننگ دی جاتی ہے، وہ کفار مسلم لڑکے

لڑکیوں کا برین واش کر ان کے ذہن میں اسلام کے خلاف شکوک و شبہات بھر دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ ارتداد کے اسباب میں کم علمی اور جہالت، علم دین اور دین سے دوری، علماء سے کنارہ کشی، مسلم معاشرے میں دینی ماحول کا خاتمہ، اسلامی روایات کو پس پشت ڈال کر غیر مسلموں کے رسم و رواج طور، طریقوں کو اپنانا، گھروں میں ٹی وی، ویڈیو کا رواج ڈالنا، بچیوں کے ہاتھ میں موبائل دینا اور دین کی تعلیم نہ دینا، وقت پر شادی نہ کرنا، نکاح کو جہیز کی رسم کے ذریعے مشکل بنانا، کفار سے گھریلو تعلقات رکھنا، ان کی وضع قطع کو اپنانا، ان کے مذہبی رسومات میں شریک ہونا وغیرہ ہیں۔

فتنہ ارتداد کو کیسے زیر کریں؟

ہمارے سامنے فتنہ ارتداد نامی سخت دیوار ہے جس کو توڑنے کا واحد طریقہ ہے اسلامی نظام کو اپنے معاشرے میں قائم کر تمام برائیوں کو ختم کر دینا۔

معاشرے کو فتنہ ارتداد سے بچانے کے کچھ اہم طریقے!

(۱) اہل اسلام جس قدر اسلامی تعلیم سے دور ہیں یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ خود بھی علم دین حاصل کرے اور اپنے اہل وعیال کو اس کی تعلیم دے۔

(۲) قوم مسلم کے عروج کے لیے دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم حاصل کرنا بھی ضروری ہے، اس کے باوجود ہمارے یہاں اسلامی کہنے کو تو بہت سے سکول کالجز ہیں لیکن وہ حقیقت میں اسلامی نہیں۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی قوم کے بچے بچیوں کے لیے اعلی عصری تعلیم کے مراکز قائم کریں، جہاں عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامی تہذیب و تمدن کا پاس ولحاظ رکھا جائے۔

(۳) ہمارا معاشرہ اسلامی تہذیب و تمدن سے بالکل عاری اور مغربی تہذیب کا دیوانہ ہے۔ عریانیت و فحاشی کا بازار گرم ہے۔ نیز بعض ایسے رسم و رواج بھی موجود ہیں جو ہندوستانی مشرکین کے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ معاشرے میں اسلامی تعلیم، تہذیب و تمدن کی عظمت و رفعت، اہمیت وفضیلت، قدر و منزلت سے لوگوں کو آشنا کرائیں اور مغربی تہذیب نیز کفار کے رسم و رواج کی خامیاں، اس سے پھیلنے والی برائیاں اور ان کا اللہ کے یہاں کیا بدلہ ہے، لوگوں کو بتائیں، تاکہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں اور اسلامی تہذیب و تمدن کو اپنا کر خوشحال زندگی گزاریں۔

(۴) والدین کو چاہئے کہ ٹی وی یا موبائل پر نا خود فلم، ڈرامہ یا سیریل دیکھیں اور نا ہی بچوں کو دیکھنے دیں، کیونکہ فلموں، ڈراموں سے گھروں میں فحاشی اور عریانیت داخل ہوتی ہے، ان میں معبودان باطلہ کی پرستش دکھائی جاتی ہے اور ان کو عظیم رہنما بنا کر پیش کیا جاتا ہے جس سے ہمارے بچے لاشعوری طور پر متاثر ہوتے ہیں۔

(۵) اسلام کا دار و مدار محبت رسول ﷺ پر ہے، جس دل میں مدینے والے آقا ﷺ کی محبت ہو اس میں کبھی بتوں اور بتوں کی عبادت کرنے والوں کی محبت نہیں آسکتی۔ والدین کو چاہئے کہ اپنی اولاد کے دلوں میں محبت رسول ﷺ پیدا کریں، ان کو محمد رسول ﷺ کی عظمت و رفعت، قدر و منزلت بتائیں اور صبح و شام انہیں سرکار اقدس ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کی تلقین کریں۔ خود بھی روزہ، نماز کے قریب رہیں اور اپنی اولاد کو بھی ادائگی پر ابھاریں۔

(۶) تربیت میں تاریخ کا اہم رول ہوتا ہے، ہندوستان میں کفار و مشرکین کی تاریخ کو بڑھا چڑھا کر پڑھایا جاتا ہے اور ان کو ہیرو بنا کر پیش کیا جاتا ہے، جس سے بچپن ہی سے بچوں کا ذہن ان کی طرف مائل ہونے لگتا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی تاریخ کو پڑھیں، اپنے اکابرین کے کارناموں کو جانیں اور اپنے گھر والوں، پڑوسیوں، بچوں، بڑوں کو آگاہ کریں اور اسلام کی سچی تاریخ ان تک پہنچائیں، تاکہ ان کے دلوں میں عظمت و رفعت اسلام واہل اسلام بیٹھے۔

(٧) نکاح کو عام کرو، پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نکاح کو آدھا ایمان قرار دیا ہے ''اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ اِسْتَکْمَلَ نِصْفَ الدِّیْنِ فَلْیَتَّقِ فِی النِّصْفِ الْبَاقِیْ'' جو کوئی نکاح کرتا ہے تو وہ آدھا ایمان مکمل کر لیتا ہے اور باقی آدھے دین میں اللہ سے ڈرتا رہے۔ اس کے علاوہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اگر بالغ ہونے کے بعد ماں باپ شادی نہ کریں، اولاد گناہ کریں تو سارا گناہ ماں باپ کو بھی ہوگا۔ والدین کو چاہئے کہ اپنے بچوں کے نکاح میں جلدی کریں، تعلیم کو بہانہ بنا کر نکاح میں تاخیر نہ کریں، تعلیم نکاح کے بعد بھی ہو سکتی ہے۔

(٨) کثرت جہیز ایک نحوست ہے، شادیوں میں جہیز لینے دینے سے پرہیز کریں۔ اکثر زوجین کے درمیان جہیز کو لے کر جھگڑا ہوتا ہے، نوبت طلاق تک آ جاتی ہے اور ان لڑکیوں کے ذہن میں اسلامی قوانین کے بارے میں شکوک و شبہات بیٹھ جاتے ہیں، نتیجتاً اگر کوئی فریبی ان کو مل جائے تو ان کے دین و ایمان کے ساتھ ساتھ ان کی زندگی تباہ و برباد کر ڈالتا ہے۔

(٩) طلاق کے معانی، مفاہیم و مواقع کے بارے میں اپنی اولاد کو خصوصی طور پر تعلیم دیں، طلاق کو کسی مسئلے کا اولین حل نہ بنائیں، بلکہ اپنے رشتوں کو نبھانے کی کوشش کریں، اگر مابین کوئی مسئلہ ہو جائے تو علمائے کرام سے راہنمائی لیں۔ نبی کریم، رؤف رّحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے: **"اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَلطَّلَاقُ"** یعنی حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے (ابوداؤد)

(١٠) علمائے کرام کو چاہئے کہ کم از کم ہفتے میں ایک دن اپنی قوم کو اسلام پر کیے جانے والے اعتراضات کے جوابات بتانے کے لیے ایک نشست کا قیام کریں، اور باضابطہ طور پر اسلام کی حقانیت اور کفر کے بطلان کو دلائل و براہین سے ثابت کریں اور اپنا فرض منصبی ادا کریں۔

یہ چند وہ طریقے ہیں جو میں نے مضمون کی طوالت کے خوف سے مختصر انداز میں لکھ دیے ان کے علاوہ بہت سے ایسے طریقے ہیں جو علمائے کرام نے لکھے، بتائے ہیں جن پر عمل کر کے ہم اپنے معاشرے کو اس فتنے سے محفوظ رکھنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔

اللہ عزوجل ہم سب کو اصلاح حال کی توفیق عطا فرمائے اور فتنوں کو نیست و نابود فرمائے، بالخصوص ہماری قوم کی بچیوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

☆☆☆

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخوتِ اسلامیہ اور اُس کے حقوق کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اُس پر خود ظلم کرتا ہے اور نہ اُسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور نہ اُسے حقیر جانتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قلب مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین بار یہ الفاظ فرمائے: تقویٰ کی جگہ یہ ہے۔ کسی شخص کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ ہر مسلمان پر دُوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔''

گویا کہ اُخوت و محبت کی بنیاد ایمان اور اسلام ہے، یعنی سب کا ایک رب، ایک رسول، ایک کتاب، ایک قبلہ اور ایک دین ہے جو کہ دینِ اسلام ہے۔

شب برأت یعنی نجات کی رات

از: غلام مصطفی رضا نظامی بست پور سرلاہی نیپال

شعبان المعظم ہجری سال کا آٹھواں مہینہ ہے حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ روزہ دار کی نیکیوں میں درخت کی شاخوں کی طرح اضافہ ہوتا ہے یہ عربی زبان کا لفظ "شعب" سے بنا ہے جس کا معنی تفرق، پھیلانا اور شاخ در شاخ ہونا ہیں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شعبان کو شعبان اس لیے کہا جاتا ہے کیوں کہ اس ماہ میں احترام رمضان کی وجہ سے بہت سی نیکیاں پھیلتی ہیں اور اس ماہ میں روزہ داروں کی نیکیوں میں درختوں کی شاخوں کی طرح اس قدر اضافہ ہوتا ہے کہ وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس ماہ کو شعبان کہا جاتا ہے اور اس کے پندرہویں تاریخ کو شب برأت کہتے ہیں_ شب برأت دو زبانوں کے دو لفظ سے مل کر بنا ایک جملہ ہے جس کا معنی ہے نجات کی رات_ شب یہ زبان فارسی کا لفظ ہے جس کا معنی ہوتا ہے لیل یعنی رات اور برأت یہ زبان عربی کا لفظ ہے جس کا معنی ہوتا ہے نجات، آزادی، چھٹکارہ_ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اس رات کو شب برأت ہی کیوں کہتے ہیں؟ تو اس کو شب برأت اس لیے کہتے ہیں کیونکہ اس رات میں اللہ تعالی قبیلۂ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ لوگوں کو جہنم سے نجات دیتا ہے_ جیسا کہ حضرت عائشہ سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں: ایک رات میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو نہ پایا تو میں حضور کی تلاش میں نکلی تو آپ مجھے جنت البقیع میں مل گئے_ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالی شعبان کی پندرہویں رات آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے پس قبیلۂ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ لوگوں کو بخش دیتا ہے۔

(ترمذی شریف جلد ۲، صفحہ ۱۸۳)

بنو کلب ایک عرب قبیلہ تھا جو بنیادی طور پر شمال مغربی عرب اور وسطی شام کے صحرا اور میدان میں رہتا تھا یہ بازنطینی سلطنت کے مشرقی سرحدوں کی قبائلی سیاست میں شامل تھا ممکنہ طور پر چوتھی صدی کے اوائل میں چھٹی صدی تک کلب نے بڑی حد تک عیسائیت کو اپنا لیا تھا اور وہ بازنطینیوں کے عرب اتحادیوں کے رہنما غسانیوں کے اختیار میں آگئے تھے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی زندگی کے دوران ان کے چند قریبی ساتھی کلبی تھے جن میں سب سے نمایاں طور پر زید بن حارثہ اور دحیہ تھے لیکن ۶۳۲ء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت قبیلے کا بڑا حصہ عیسائی ہی رہا مسلمانوں نے بازنطینی شام کی فتح میں نمایاں پیش رفت کی تھی تمام قبائل عرب میں قبیلۂ بنو کلب سب سے زیادہ بکریاں پالتا تھا_

درود پاک پڑھنا افضل ترین اعمال میں سے ہے اور اگر یہ عمل شعبان میں کیا جائے تو اللہ تعالی اس عمل کا بدلہ ستر گنا بڑھا کر عطا کرتا ہے کیونکہ اس ماہ کو درود پاک پڑھنے کا مہینہ بھی کہا گیا ہے چنانچہ امام قسطلانی قدس سرہ نقل فرماتے ہیں: بے شک شعبان کا مہینہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا مہینہ ہے_ اس ماہ کو درود شریف پڑھنے کا مہینہ کہے جانے کی کئی وجہیں ہیں اس میں سے ایک یہ ہے کہ آیت کریمہ: "اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّؕ" بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں_ اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو_ (سورۃ الاحزاب آیت ۵۶)

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالی نے ایمان والوں سے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر خوب درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا اور یہ آیت اسی ماہ شعبان میں نازل ہوئی ہے_

شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی اس ماہ میں اپنے بندوں کو چار چیزیں عطا فرماتا ہے (١) بندوں کے لیے نیکیوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔
(٢) گناہ گار کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ (٣) برائیاں مٹادی جاتی ہے۔
(٤) مخلوق میں سب سے افضل اور بہترین ہستی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں کثرت سے ہدیہ درود و سلام پیش کیے جاتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین)

اعلی حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے انتہائی عقیدت و محبت کے ساتھ بذریعہ اشعار بارگاہ رسالت میں درود و سلام کا ہدیہ پیش کیا ہے آپ فرماتے ہیں:

مصطفٰی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
شبِ اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

اور فرماتے ہیں:

کعبہ کے بدرُ الدُّجیٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضّحیٰ تم پہ کروڑوں درود
شافعِ روزِ جزا تم پہ کروڑوں درود
دافعِ جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود

تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور میں اسلام کے مخالفین کی تعداد بکثرت رہی ہے اور اس نے اسلام کو منہدم کرنے کے لیے ہر طرح کی صورت کو استعمال میں لایا ہے۔ کبھی ختم نبوت پر آواز بلند کی تو کبھی اہل بیت اطہار کے عزت و عصمت کو پامال کرنا چاہا انہیں میں سے ایک گروہ نے شب برأت کو بدعت، گمراہی اور کفریہ عقائد سے تابیر کیا ہے۔
جب کہ اس رات کی عظمت و رفعت کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تبارک و تعالی فرماتا ہے: "حٰمٓ وَ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَاؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ" حم۔ اس روشن کتاب کی قسم۔ بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا، بیشک ہم ڈر سنانے والے ہیں۔ اس رات میں ہر حکمت والا کام بانٹ دیا جاتا ہے۔ ہمارے پاس کے حکم سے، بیشک ہم ہی بھیجنے والے ہیں۔ (سورۃ الدخان آیت ١ تا ٥)

مذکورہ آیات مبارکہ میں کونسی مبارک رات مراد ہے اس کے متعلق علماء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اس سے مراد شب برأت ہے جیسا کہ شیخ احمد بن محمد صاوی نے مبارک رات سے شعبان کی پندرہویں رات مراد ہونے کے متعلق لکھا ہے: "**هو قول عكرمة و طائفة ووجه بامور منها ان ليلة النصف من شعبان لها اربعة اسماء: الليلة المباركة و الليلة البرأة و الليلة الرحمة و الليلة الصك**" حضرت عکرمہ اور مفسرین کی ایک جماعت کا بیان ہے کہ برکت والی رات سے مراد شعبان کی پندرہویں شب ہے اور یہ توجیہ چند امور کی وجہ سے قابل قبول ہے ان میں سے ایک یہ کہ پندرہویں شعبان کے چار نام ہے (١) مبارک رات (٢) نجات کی رات (٣) رحمت والی رات (٤) انعام والی رات
(حاشیہ الصاوی علی الجلالین جلد ٤ صفحہ ٥٧)

اس مبارک رات کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے: "**فيها يفرق كل امر حكيم**" اس میں ہر حکمت والا کام بانٹ دیا جاتا ہے
(سورۃ الدخان آیت ٤)

ایک شبہ کا ازالہ: اللہ تبارک و تعالی نے سورہ دخان کے اندر فرمایا: "**انا انزلنه في ليلة مبركة**" کہ بے شک ہم نے اسے مبارک رات یعنی شب برأت میں نازل فرمایا جب کہ سورہ قدر کے اندر فرمایا: "**انا انزلنه في ليلة القدر**" کہ بے شک ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا اس طرح ذہن میں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک قرآن دو

راتوں میں کیسے نازل ہوا؟ تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ شب برأت میں قرآن مجید اتارنے کی تجویز ہوئی اور شب قدر میں آسمان اول پر اتارا اور پھر ۲۳ سال تک تھوڑا تھوڑا کر کے دنیا میں اترتا رہا

(فضائل رمضان صفحہ ۲۳)

شب برأت کی فضیلت: شب برأت وہ عظیم رات ہے جس میں ایک سال تک کے تمام پیدا ہونے والے اور تمام مرنے والے کو لکھ دیا جاتا ہے اور تمام اعمال اٹھا لیے جاتے ہیں اور تمام کے رزق اتار دیے جاتے ہیں جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتی ہو کہ اس رات یعنی پندرہویں شعبان کی رات کو کیا ہے؟ آپ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کیا ہے؟ تو حضور نے ارشاد فرمایا: اس رات میں اس سال تمام پیدا ہونے والے بچے لکھ دیے جاتے ہیں اور اس سال مرنے والے سارے انسان لکھ دیے جاتے ہیں اور اس رات ان کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور ان کے رزق اتارے جاتے ہیں_

(مشکوۃ المصابیح جلد ا صفحہ ۲۵٤)

شب برأت کو قیام کرنا اور دن میں روزہ رکھنے کا حکم حدیث پاک سے ثابت ہے اور یہ رات غفلتوں میں گزارنے کا نہیں بلکہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے اور رحمت و انوار سے اپنے دامن کو بھرنے اور اعمال میں نیکیوں کے اضافہ کرنے کی رات ہے چنانچہ حضرت علی سے روایت ہے: " **عن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسم اذا کانت لیلة النصف من شعبان فقوموا لیلها وصوموا یومها_ فان الله ینزل فیها لغروب الشمس الی سماء الدنیا فیقول الا من مستغفرلي فاغفرله الا مسترزق فارزقه الا مبتلی فاعافیه الا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر** " حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم سے روایت ہے آپ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب شعبان کی پندرہویں تاریخ ہو تو اس شب کو قیام کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو_ کیونکہ اللہ تعالی اس رات سورج ڈوبتے ہی آسمان دنیا کی طرف نزول اجلال فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: "کیا کوئی مغفرت کا طلب گار ہے کہ میں اس کو بخش دوں، کیا کوئی رزق چاہنے والا ہے کہ میں اس کو رزق عطا کروں، کیا کوئی مصیبت زدہ ہے کہ میں اس کو عافیت دوں، کیا کوئی ایسا ہے؟ کیا کوئی ایسا ہے؟ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے_

سجدے میں سر کو اپنے جھکانے کی رات ہے
یاد خدا میں دل کو لگانے کی رات ہے

شب برأت کی عبادت: حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا سب سے افضل نفلی روزے کون سے ماہ میں ہیں فرمایا شعبان میں! ماہ رمضان کی تعظیم کے لیے! نیز انہیں سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا روزہ ماہ شعبان تمہارے بدن کی طہارت ہے، نیز فرمایا جو شخص ماہ شعبان کے تین روزے رکھتا ہے اور پھر وہ مجھ پر صلوۃ و سلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالی اس کے تمام گزشتہ گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کے رزق میں برکت عطا کرتا ہے! حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی ماہ شعبان میں اللہ تعالی رحمت کے تین سو دروازے کھول دیتا ہے_

غسل کی فضیلت: اگر شب برأت بیری کے سات پتے کو پانی میں جوش دیکر اس سے غسل کرے تو ان شاءاللہ العزیز پورے سال جادو کے اثر سے محفوظ رہے گا_ (اسلامی زندگی)

روزہ کی فضیلت: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا جو شب برأت، عبادت میں گزارتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے اس کا دل اس دن زندہ ہو گا جب کہ دوسروں کے دل مردہ ہو چکے ہوں گے یعنی

اس کا دل قیامت کے دن مطمئن رہے گا۔ (نزہۃ المجالس)

صلوۃ التسبیح: شیخ عبد العزیز دیرینی فرماتے ہیں صالحین جن امور مستحسن کی حفاظت پر مستعد رہے ان میں صلوۃ التسبیح بھی ہے!

نماز تسبیح: یہ نماز چار رکعت ہے جسے توفیق ہو تو ہر روز پڑھے یا ہفتہ میں یا ماہ میں یا سالانہ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم زندگی میں ایک بار ضرور پڑھ لے چار رکعت کی نیت حسب معلوم نماز نفل کی کرے اور تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھ کر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ مرتبہ پڑھ کر تعوذ و تسمیہ کے ساتھ سورہ فاتحہ اور کوئی سورت تلاوت کرنے کے بعد دس بار مذکورہ تسبیح کو پڑھے بعدہ رکوع میں دس بار، قومہ میں دس بار، پہلے جلسہ میں دس بار، جلسہ میں دس بار، دوسرے سجدہ میں دس بار، اسی طرح بقیہ تین رکعت کو بھی پڑھے اس طرح ایک رکعت میں پچھتر اور چار رکعت میں تین سو بار ہو گی_

چھ رکعت نفل بعد نماز مغرب: شب برأت میں بعد نماز مغرب خصوصی نوافل ادا کرنا معمولات اولیائے کرام رحمہم اللہ سے ہے_ نماز مغرب کے بعد چھ رکعتیں دو دو رکعت کر کے پڑھیں کہ دو رکعت نفل درازی عمر بالخیر ہونے کی نیت سے اور دو رکعت نفل بلائیں دفع ہونے کی نیت سے اور دو رکعت نفل مخلوق کا محتاج نہ ہونے کی نیت سے اور ہر دوگانہ کے بعد سورہ یٰسین ایک بار یا سورہ اخلاص اکیس بار اور اس کے بعد دعائے نصف شعبان المعظم پڑھیں_ ان شاء اللہ آئندہ ایک سال تک محتاجی اور آفات قریب نہیں آئیں گی_ (سنن ابن ماجہ)

چودہ رکعت نوافل: پندرہویں شب چودہ رکعت نماز سات سلام سے پڑھے اور ہر رکعت میں بعد سورہ فاتحہ کے سورہ کافرون ایک بار، سورہ اخلاص ایک بار، سورہ فلق ایک بار، سورہ ناس ایک بار پڑھے_ سلام کے بعد آیۃ الکرسی ایک دفعہ پھر سورہ توبہ کی آخری آیت کریمہ "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَؕ-عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ" ایک بار پڑھے_ دنیاوی اور دینی مقاصد کے لیے یہ نماز بہت افضل ہے۔

اس طرح بہت ساری نفل نمازیں ہے جس کی شب برأت پڑھنے کی فضیلت آئی ہے لیکن یہاں پر ایک بات قابل غور ہے کہ عوام کو دیکھا جاتا ہے کہ ان کی فرض نمازیں قضاء رہتی ہے اور وہ نفل نمازیں پڑھتے ہیں ایسے شخص کو چاہیے کہ اولا فرض نمازیں جو قضاء ہے اس کو پڑھے تاکہ عند اللہ ماجور ہو_

علماء کرام نے تحریر کیا ہے کہ ایسے شخص کے لیے بہتر ہے کہ وہ نوافل کا اہتمام نہ کر کے فوت شدہ نمازوں کی قضاء کرے۔ یہی ۱۴۰۰ سالوں سے جمہور فقہاء و علماء و محدثین و مفسرین کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی روشنی میں رائے ہے اور عصرِ حاضر میں مشرق سے مغرب تک اکثر و بیشتر علماء کرام کی یہی رائے ہے اور یہی قول احتیاط پر مبنی ہے کہ نمازوں کو چھوڑنے کا سخت گناہ ہے، حتیٰ کہ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ زنا کرنے، چوری کرنے اور شراب پینے سے بھی بڑا گناہ نماز کا ترک کرنا ہے۔ لہٰذا فوت شدہ نمازوں پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کے ساتھ ان کی قضاء بھی کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نمازوں کو ان کے اوقات پر پڑھنے والا بنائے اور ایک وقت کی نماز بھی ہماری فوت نہ ہو، آمین۔

اُٹھا کر ہاتھ تم دیکھو، وہ بر لائے مرادیں سب
یہ شعبان المعظّم میں، کرم رب کا سبھی پر ہے

☆☆☆

اسلام سے کافروں کا بغض و عناد

از: محمد نظام الدین قادری مرکزی
الجامعۃ الرضویہ ھدایت المسلمین سندرپور سرلاہی نیپال

ابتدائے آفرینش سے ہی دشمنان اسلام ہمیشہ اس تگ ودو میں ہے کہ کسی طرح اسلام اس دنیا سے ختم ہو جائے اور اللہ کا نام لینے والا اس دھرتی پہ کوئی باقی نہ رہے، اس مشن کی کامیابی میں انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیسا کیسا ماضی میں برا سلوک اختیار کیا، کس طرح سے مسلمانوں کی جان ومال عزت وآبرو کے ساتھ پیش آئے یہ کسی پہ مخفی نہیں، بہر حال جس طرح کل یہ اسلام کو اپنا دشمن جانتے اور مانتے رہے اسی طرح آج بھی یہ اسلام کو اپنا دشمن جانتے اور مانتے ہیں، اور تا قیام قیامت اپنے مشن کی تکمیل میں کوشاں رہیں گے، لہذا باطل کی لڑائی اسلام کے ساتھ کل بھی جاری تھی اور آج بھی جاری ہے، کل تیر وتفنگ، اور سیف وسنان کا زمانہ تھا، اور آج بم بارود، توپ میزائل ، کا زمانہ ہے، اس لیے ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ، حق کے ساتھ باطل کی لڑائی کل سے آج زیادہ سخت اور گمبھیر ہے، مگر جس طرح یہ حق کے مقابلے میں کل مبھوت و مقھور ہوئے اسی طرح آج بھی ہونگے، پر شرط یہ ہے کہ کل کے مسلمان کی طرح آج بھی مسلمان اپنے اندر ایمان میں مضبوطی، پیدا کریں، خلوص وللہیت اپنائیں، نیک راہ پر گامزن رہیں، صبر وشکر کے ساتھ زندگی بسر کریں، اور جذبہ ایثار و قربانی مقدم رکھے، انشاءاللہ حق کی جیت پکی ہے، اللہ تعالی کا بھی وعدہ ہے" وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ "اور تم ہمت نہ ہارو اور غم نہ کھاؤ، اگر تم ایمان والے ہو تو تم ہی غالب آؤ گے۔ (سورۃ آل عمران آیت ۱۳۹)

لہذا اللہ تعالی کی نصرت اور حق کی فتح کے لیے اہل حق کے لیے جذبہ دینی، بیدار مغز، عزیمت واستقامت، لازم وضروری ہے ورنہ کسی کہنے والا نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ، جنگ کی دورانیہ طویل، آزمائش کی گھڑی دراز، جیت کا موقع مؤخر، نقصان کا احتمال زیادہ، اور صبر کے امتحان کی مدت قدرے طویل ہے، اور اسی طرف پیغمبر اسلام، سید المرسلین حضور علیہ الصلاہ والسلام کی ہجرت شریف کا واقعہ بھی رہنمائی کرتا ہے، اور ثبات قدمی کا درس دیتا ہے، چنانچہ کفار مکہ نے جب مکہ کے دارالندوہ میں بیٹھ کر یہ دل خراش اور جاں سوز فیصلہ کیا کہ بانی اسلام نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا قصہ تمام کر دیا جائے، اسلام کا نام اس دنیا سے مٹا دیا جائے، اس کے لیے ان کفاروں نے منظم طریقہ سے ہر قبیلے کے ایک ایک آدمی کا انتخاب کیا، اور سب کے ہاتھوں میں شمشیر بے نیام پکڑا کر یہ حکم دیا کہ رات کی تنہائی میں حضور کے در اقدس کا گھیراؤ کیا جائے، اور جب وہ اپنے گھر سے باہر نکلے تو سب ایکبارگی حملہ کر دیں، تاکہ اس صورت میں پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا خون سارے قبائل میں تقسیم ہو جائے گا، اور بنی عبد مناف سارے قبائل سے انتقام کی تاب نہ لا سکیں گے، اور اس طرح سے ہمیں ایک دوسرے دین سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی، مگر ان اسلام کے دشمنوں کو معلوم نہیں کہ

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

ان دین کے دشمنوں نے اپنے زعم میں بڑی کامیاب تدبیر سوچی تھی، اور اپنے ترکش کے آخری تیر کو آزمانے کا ارادہ کر لیا تھا، مگر اللہ تعالی نے ان کے سارے مکروفریب سے آگاہی بروقت حضرت روح الامین سدرہ کے مکین سیدنا جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے اپنے محبوب کو عطا فرمادی، حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے حالات سے آگاہی پاکر اس رات اپنے بستر اقدس پہ حضرت مولی

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونے کا حکم دیا، اور غیب داں نبی نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں کچھ نہیں ہوگا، کل صبح اٹھنا اور یہ فلاں، فلاں، کی امانتیں ہیں، ہر ایک کو ان کی امانتیں لوٹا دینا اور مدینہ ،، آنا، ادھر دشمنوں نے آپ کے در اقدس کا گھیراؤ کر لیا تھا اور آپ کے باہر نکلنے کے انتظار میں تھے، آپ نے اپنے دست مبارک میں تھوڑی مٹی لی اور سورہ یاسین شریف کی بعض آیتیں تلاوت فرما کر ان کے سروں پر پھینک دی، جس سے وہ لوگ اپنی آنکھیں ملتے رہ گئے اور آپ ان کے بیچ سے نکل گئے، یہاں تک آپ اپنے محب خاص، یار غار حضور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکہ سے باہر نکل گئے، ادھر دشمنوں کی آنکھیں جب ٹھیک ہوئیں تو آپ کو آپ کے بستر پہ نہ پایا بلکہ آپ کی جگہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا جس سے ان لوگوں کے دل میں اور آگ سلگ اٹھی، اور نفرت و عداوت کی رو میں بہ کر مکہ کی دھرتی پہ عام لوگوں میں اس وقت کی دنیا کے ماضی و حاضر کا سب سے قیمتی اور ناقابل فہم اعلان کیا کہ جو بھی بانی اسلام محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے ساتھی جناب ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پکڑ کر لائے گا انہیں سو سرخ اونٹ انعام میں دیا جائے گا، عرب میں سرخ اونٹ کم یاب بلکہ نایاب تھے، اس گراں قدر، مہا قیمتی اور زبردست اعلان نے قریش کے ایک عظیم طاقتور اور خوش قامت، سراقہ نامی شخص کو بری طرح متاثر کیا، سراقہ نے حصول انعام کے ساتھ اپنے دامن میں تاریخی شہرت، اور پائندہ تذکرے، اور وسیع تر عربی معاشرے میں، اپنے زعم کے مطابق، اس نیک نامی سے فائز المرام ہونے کی ابدی دولت سمیٹنے کا اچھا موقع جانا، اور وہ تیر و تلوار کے ساتھ بانی اسلام اور ان کے دنیا و آخرت کے ساتھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرفتاری کے لیے گھر سے نکل پڑا بالآخر، حضور تک پہنچنے میں کامیاب بھی ہو گیا، کچھ ہی دور کا فاصلہ تھا کہ حضور نے اس کے ناپاک ارادہ کو پہچان لیا اور مختار کل سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے زمین کو حکم دیا کہ اے زمین سراقہ کو پکڑ لے زمین حضور کا حکم پاتے ہی اس کے گھوڑے کو مضبوطی سے جکڑ لیا اور جس سے وہ زمین کے اندر دھنسنا شروع ہو گیا، سراقہ نے دیکھا کہ اب ہم بری طرح سے پھنس چکے ہیں، اور یہ ان ہی دونوں کی بد دعاؤں کا نتیجہ ہے تو حضور سے رحم کی بھیک مانگنا شروع کیا، حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے قصور کو معاف فرمایا اور زمین کو چھوڑنے کا حکم دیا، جونہی زمین سے یہ باہر ہوئے اور اپنے کو قابو میں پایا پھر اس کی نیت خراب ہو گئی اور دوبارہ حضور پہ حملہ کرنا چاہا پھر زمین نے اس کو اپنے اندر لے لیا پھر یہ بے بس ہوئے اور اپنی ساری توانائی، وطاقت قوت کھو بیٹھے پھر حضور سے کرم کی بھیک مانگی اور کہا کہ ایک بار اور معاف فرمادیں میں اس کے بعد اب کبھی آپ کا تعاقب نہیں کروں گا اور رحم و کرم والے آقا نے پھر معاف فرمادیا اور زمین کو حکم دیا کہ چھوڑ دے زمین نے فوراً چھوڑ دی، سراقہ نے حضور سے امان کا وثیقہ طلب کیا، پھر وہ حضور سے امان کا وثیقہ لیکر الٹے پاؤں واپس لوٹنا چاہا کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت جوش میں آئی، حضور نے زبان اطہر کو وا فرمایا اور کہا، سراقہ تم مجھے سو اونٹ کی لالچ میں گرفتاری کے ارادے سے آئے تھے آو میں تمہیں زندگی دیتا ہوں، میری نگاہیں دیکھ رہی ہے کہ تم اپنے ہاتھ میں کسرا کا کنگن پہنے ہو، سراقہ یہ سن کر خوشی میں مچل اٹھا پھر وہاں سے مکہ کی طرف واپس لوٹ گیا، سراقہ کے ناکام مکہ کی سمت لوٹنے پر کفر، کی آئندہ ہمیشگی، ہر محاذ پر شکست کی علامت کی حیثیت رکھتا تھا، مگر ان مکہ کے ہٹ دھرم، ضدی اور انسانیت خوروں نے اسی پر اپنی شکست فوراً تسلیم نہ کرلی بلکہ اسکے بعد بھی وہ اپنے ہر ممکن طریقے سے اسلام کی بنیاد کو ختم کرنے کی مسلسل ناکام سعی کرتے رہے، مگر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے بلند ہمت، مستحکم عزم، پختہ ارادہ، مکمل استقامت واستقلال کے ساتھ اپنے جاوید اس فتح

کی طرف سیل تیز رو کی طرح محو سفر رہے، اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے عرب میں نور اسلام کی شمع روشن فرمادیا، اور کفر و شرک کا چراغ ہمیشہ ہمیش کے لیے گل ہو گیا، اور خدا کے فضل سے ایک دن ایسا بھی آیا کہ یہ اسلام صحرائے عرب سے نکل کر پورے عالم میں چھا گیا۔

لیکن دشمنان اسلام، حق کے مقابلے میں مسلسل شکست کے باوجود، کبھی بھی، کسی زمانے میں بھی اسلام دشمنی سے منحرف نہ ہوئے، جس طرح کل یہ لوگ اسلام کے خلاف آتش فشاں تھے، اسی طرح آج بھی اسلام کے خلاف آتش فشاں ہیں، کل اسلام کا دشمن ابو جہل، ابو لہب، عتبہ، شیبہ، وغیرہم تھے آج ان کی اولاد کی شکل میں،، امریکہ،، موجود ہے، کفر کے سارے پنڈے، باطل کے سارے بندے، اور ابلیس کے سارے تلامذہ، پوری دنیا میں اسلام کے خلاف "الکفر ملته واحده" کے تحت، اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور ایک جگہ جمع ہیں، امریکہ ان کا قائد اور سردار بنا ہوا ہے، عالمی صہیونیت انہیں ہدایت دے رہی ہے، صہیونیت زدہ مسیحیت عالمی صنم پرستی ان کے ساتھ کھڑی ہے، ان میں سے ہر کسی کی یہی چاہت ہے کہ اسلام کے نور کو بجھا دیا جائے، اور پوری دنیا میں پھر سے کفر و الحاد، بت پرستی، کا بازار قائم ہو جائے، اس لیے آج وہ ماضی میں ذلت و خواری، اور جگ ہنسائی کے باوجود، پشت پھیر کر نہیں بھاگ رہے ہیں، اور اپنی شکست ماننے کے لیے تیار نہیں، تو حق کے فدائین، محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دیوانے اور سپاہی، اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ یہ بھی علو اسلام کے لیے اٹھ کھڑے ہوں اور جس طرح ماضی میں، حق کے علمبرداروں نے، اپنے کردار سے ثابت قدمی، عزم راسخ، استقامت و استقلال کا عظیم الشان نمونہ پیش فرمایا، اور کفر اپنے لاکھ ساز و سامان کے باوجود بھی بے سر و سامان ثابت ہوا، اسی طرح آج پھر ضرورت ہے اے امت محمدی، اگر تم ایک ساتھ جمع ہو جاؤ، اور جمے رہو، ڈٹے رہو، اور زخم کھا کر، تکالیف جھیل کر، پریشانیاں اٹھا کر دین اور تقویٰ اور خوف خدا کے ساتھ ثابت قدمی اختیار کر لو تو تمہارے مورچہ بندی کے سامنے، کسی کا بس نہ چل سکے گا، اور کفر کی ساری حسرتیں مٹی میں ملتی نظر آئیں گی، اللہ تعالی کا فرمان ہے، جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا، کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا اور بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

☆☆☆

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان والوں کے آپس کے تعلقات اور اُخوت و محبت کو ایک جسم کے مختلف اعضاء سے تشبیہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"ایمان والوں کی آپس کی محبت، رحم دلی اور شفقت کی مثال ایک انسانی جسم جیسی ہے کہ اگر جسم کا کوئی حصہ تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے تو (وہ تکلیف صرف اُسی حصہ میں منحصر نہیں رہتی، بلکہ اُس سے) پورا جسم متاثر ہوتا ہے، پورا جسم جاگتا ہے اور بخار و بے خوابی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

مسلمان دُنیا کے کسی خطۂ زمین میں آباد ہوں، وہ اُمتِ اسلامیہ کا ایک جزو ہیں۔

علمائے ظاہر و باطن کی سمت (direction)

از: محمد تمیزالدین نقشبندی
متعلم الجامعہ الاشرفیہ جماعت ثامنہ ،مالونی ملاڈ ویسٹ ممبئی

آج کے اس پر فتن دور میں جہاں ہر طرف مسلمانوں پر فکری، نظری، علمی اور عملی حملے ہو رہے ہیں، وہیں آپس میں الجھانے اور اتحاد مسلمین کے شیراز کو کچلنے کے لیے بہت سے حربے استعمال کیے جا رہے ہیں،انہیں میں کا ایک حربہ تقسیم علمائے ظاہر و باطن کو بھی بنایا جارہاہے کہ ہر دو طرف میں کچھ عجیب لوگ موجود ہیں، جن کی وجہ سے ذہن میں بے جاانتشار پیدا ہو رہاہے جبکہ یہ تقسیم کوئی پریشانی کا باعث نہ تھی، علمائے ظاہر کی عظمت اس طرح بیان کرنا کہ علمائے باطن کا رد لازم آئے اور علمائے باطن کا ذکر کرنا اس طرح کے علمائے ظاہر کی توہین و تحقیق لازم آئے یقیناً دونوں ہی مذموم و مردود ہیں۔

جبکہ بات بالکل واضح تھی کہ دونوں فریق ہمارے رہنما و مقتدا ہیں، کہ علمائے ظاہر سے اعمال ظاہری میں مدد ملتی ہے، اور علمائے باطن سے باطنی معاملات میں مدد ملتی ہے۔

ہم کوشش کرتے ہیں کہ ان کو اسلامی نظریہ اور اسلاف کے نظریے کے مطابق سمجھیں، اللہ تعالی حق تک رسائی عطا فرمائے آمین۔

دین اسلام کے مطابق علم ظاہر و باطن کو سمجھنے کے لیے ایسی دلیل کی طرف چلتے ہیں جس میں دونوں کا تذکرہ یکجا ہو،اور وہ حدیث جبرائیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے جانے کے بعد فرمایا "هذا جبريلُ جاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِينَهُمْ" یہ حضرت جبرائیل تھے لوگوں کو ان کا دین سکھانے کے لیے آئے تھے تو اب ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کے مجموعے پر دین کا اطلاق فرمایا پہلا ایمان دوسرا اسلام تیسرا احسان اور اسی کو اصطلاح صوفیا میں تصوف کہا جاتا ہے، لہذا ثابت ہوا اسلام ایمان کی طرح احسان یعنی تصوف بھی دین کا ایک رکن عظیم ہے، جس کے انکار کی گنجائش نہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں چونکہ ہر علم کا فیض خود نبی رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے ہوتا تھا تو جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین علوم ظاہر حاصل کرتے وہیں علوم باطن سے بھی مزین ہو جاتے،اور پھر منازل سلوک طے کرتے،اسی لیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا تھا: "حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَاءَيْنِ: فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هَذَا الْبُلْعُومُ" میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو برتن یاد کیے ہیں جن میں سے ایک تو میں نے پھیلا دیا ہے اور دوسرا ایسا ہے کہ اگر میں اسے پھیلاؤں تو یہ شہ رگ کاٹ دی جائے۔ (صحیح بخاری کتاب العلم باب حفظ العلم ص ۱۲۰)

یہ حال پورے طور پر صحابہ کرام کے دور میں رہا پھر بعد والوں نے اپنی بساطت و استطاعت کے مطابق ہر چیز کا حصہ حاصل کیا۔ یہاں تک کی گفتگو سے یہ بتانا مقصود تھا کہ علوم ظاہری جس طرح اہم ہیں اسی طرح علوم باطنی بھی اہم ہیں یہی بات امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے منہاج العابدین میں بہترین طریقے پر سمجھایا ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ جس طرح سے نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کا قران مجید میں حکم دیا گیا ہے اسی طرح سے اللہ تعالی کے ذکر کرنے شکر بجالانے اور صبر اختیار کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے اور جس طرح تارک صلاۃ و صوم کے لیے وعیدیں بیان کی گئی ہیں اسی طرح سے حسد، بغض اور غیبت سے خوف بھی دلایا گیا ہے اور سزاؤں کا اعلان بھی کیا گیا ہے آخر کیا وجہ ہے کہ پہلی قسم پر تو عمل کرتے ہو اور دوسری قسم کی چیزوں سے

لاپرواہی برتتے ہو جبکہ ایک ہی کتاب میں ایک جیسے امر کے صیغے سے خطاب ہوا ہے۔ (مفھوما منہاج العابدین ص ۴)

پھر جب ہم اسلاف کی سیرت میں غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اسلاف کرام دونوں قسم کے علوم سے فیض حاصل کرتے ہیں مثلا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے علوم ظاہری حاصل کیا پھر باطنی علوم کی طرف متوجہ ہو گئے بلکہ آپ کو صوفی کے ساتھ ساتھ مجتہد ہونے کا بھی شرف حاصل تھا پھر سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ پڑھیں تو یہی پتہ چلتا ہے کہ آپ نے بھی دونوں چشموں سے سیرابی حاصل کی جہاں آپ غوث الاعظم ہیں، وہیں آپ درجہ اجتہاد پر فائز بھی ہیں اور حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دونوں حصہ حاصل کیا ظاہری علوم کی شان یہ تھی کہ جب آپ نے "المستصفی" لکھی تو امام الحرامین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کتاب میں علم کا سمندر ٹھاٹھے مار رہا ہے اور باطنی علوم کے کیا کہنے!

تصوف میں جب شیخین کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو مراد حضرت شیخ محی الدین ابن العربی اور آپ کی ذات اقدس ہوتی ہے یعنی جہاں آپ حجۃ الاسلام ہیں وہیں آپ امام صوفیا بھی ہیں۔

اب یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ علوم ظاہر و باطن کی حیثیت ہماری زندگی میں کیا ہے آیا رکن کی حیثیت ہے؟ شرط کی ہے؟؟ یا آلہ اور واسطہ کی ہے؟؟؟

مقصد حیات معرفت الٰہی اور قرب ربانی ہے لہذا علوم رکن نہیں بن سکتے، پھر ہم دیکھتے ہیں کہ معرفت الٰہی اور قرب ربانی علوم ظاہری و باطنی نہ رکھنے والے کو بھی عطا ہو جاتی ہے جس کی اسلاف میں بہت سی مثالیں ہیں (البتہ یہ ضرور ہے کہ جب معرفت عطا ہوتی ہے تو علوم بھی عطا ہو جاتے ہیں) لہذا علوم شرط بھی نہیں بن سکتے ورنہ علوم کے بغیر معرفت الٰہی کسی کو حاصل نہیں ہوتی جبکہ معاملہ برعکس ہے اب رہا آلہ اور واسطہ ہونا!! تو ہم دیکھتے ہیں کہ اسلاف ان علوم پر عمل پیرا ہو کر معرفت تک رسائی حاصل کرتے ہیں اور ہمیں انھیں آلہ کو حاصل کرنے کی تلقین بھی کرتے ہیں لہذا یہ علوم ظاہری و باطنی الہ اور واسطہ بن سکتے ہیں۔

اب علوم ظاہری و باطنی کا تعارف ضروری معلوم ہوتا ہے علوم ظاہری سے مراد وہی علوم ہیں جو مدارس اسلامیہ میں داخل ہوتے ہیں البتہ بعض ان میں کے بعض دوسرے بعض کا ذریعہ ہیں مثلاً نحو و صرف وغیرہ اور علوم باطنی سے مراد احوال باطن ہیں جن کو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے منہاج العابدین میں مکمل جامع و مانع طور پر بیان فرمایا ہے۔ پھر یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ یہ دونوں علوم مل کر ایک مضبوط الہ ہیں ایک دوسرے کے بغیر ان کی حالت کیا ہے اسے امام مالک رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی زبانی پیش خدمت ہے۔ **من تفقه و لم يتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق ومن جمع بينهما فقد تحقق.** (مرقاۃ المصابیح ج۱، ص ۳۱۳)

جس شخص نے فقہ یعنی محض ظاہر اسلام کو تھام لیا اور تصوف و روحانیت کو چھوڑ دیا وہ بلاشبہ فاسق و فاجر ہوا۔ اور جس نے فقہ کے تقاضوں کو نظرانداز کر دیا مگر طریقت و تصوف کو اپنائے رکھا ایسا شخص بھی بلاشبہ زندیق ہوا۔ حق اور کمال مطلوب کو وہی پہنچ سکتا ہے جس نے دونوں کو جمع کیا (یعنی اس کے ایک ہاتھ میں راہ شریعت کا چراغ ہو اور دوسرے ہاتھ میں طریقت وروحانیت کا۔)

اسی تصور کو شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کچھ یوں بیان کرتے ہیں: **هما علمان اصليان لا يستغني احدهما عن الاخر بمنزلة الاسلام والايمان مرتبط كل منها بالاخركالجسم والقلب لا ينفك احد من صاحبه.**

(مرقاۃ المصابیح ج۱، ص ۳۱۳)

شریعت و طریقت یعنی فقہ اور تصوف دو حقیقی علم ہیں ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا ان کی مثال اسلام اور ایمان

کے باہمی تعلق کی ہے جیسے وہ ایک دوسرے سے جسم اور دل کے تعلق کی طرح مربوط ہیں اور ان میں سے کوئی ایک بھی دوسرے سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ ایمان اسلام اور احسان ہی دین حق کے اجزاء ہیں اور انھیں کے یکجا جمع ہونے سے اسلامی تعلیمات مکمل ہوتی ہیں۔

ان علمائے ظاہر و علمائے باطن کے درمیان نسبت کون سی ہے:

آیا تساوی ہے؟ تباین ہے؟؟ یا کچھ اور؟؟؟

اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ علمائے باطن علمائے ظاہر بھی ہیں کیونکہ جو کسی چیز کے اسرار و رموز سے واقف ہو تو لازم ہے کہ اس کے ظاہر سے بھی لا محالہ طور پر واقف ہوگا۔ تو کیا یہ بھی ہے؟ کہ علوم ظاہر رکھنے والا علوم باطن کا بھی مالک ہو تو یقینی طور پر ایسا نہیں ہے کیونکہ شئی کے ظاہر سے واقفیت اس کے باطن سے واقفیت کو لازم نہیں ہے یعنی واقفیت ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی لہذا واضح ہوا کہ ان کے درمیان نہ تباین ہے نہ تساوی کی نسبت تباین کا بطلان تو ظاہر ہے رہا تساوی تو اس لیے تسلیم نہیں کہ پھر تو ہمیں تمام علماء کو علمائے باطن کہنا لازم آئے گا جبکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

بحر کیف عام خاص من وجہ بھی باطل ہے کیونکہ ایک مقام پر دونوں کا صادق آنا کلی طور پر یہ عام خاص من وجہ ہونے سے مانع ہے تو یقینی طور پر عام خاص مطلق کی نسبت ثابت ہوئی یعنی تمام علمائے باطن علمائے ظاہر ہیں اور بعض علمائے ظاہر علمائے باطن نہیں۔

یہاں سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ کوئی شخص اگر یہ ثابت کرے کہ تمام علمائے باطن علمائے ظاہر بھی ہیں کیونکہ علوم ظاہری کے کمال تک رسائی کے ذریعے سے ہی علمائے باطن بنتے ہیں تو اس سے یہ لازم ہر گز نہیں کہ تمام علمائے ظاہر کے پاس بھی علوم باطن ہو تساوی کبھی بھی ممکن نہیں ہے رہی یہ بات کہ کچھ علمائے باطن بھی علوم ظاہر سے مشہور ہیں تو اس سے بھی تساوی ہر گز ثابت نہیں کیونکہ کسی شئی کی حقیقت اور کسی شئی کی شہرت دونوں الگ الگ بات ہے مثلاً آج ہر جبہ صافہ والے شخص کو عوام علامہ و مولانا سے مشہور کیے ہوئے ہیں جبکہ حقیقت اس کے بر عکس ہے۔ پھر یہ بھی دھیان رہے کہ دونوں علوم سے مستفیض ہونا لازم ہے حقیقی اور کامل زندگی کے لیے اور یہی اسلاف کرام کا طریقہ رہا ہے مثلاً حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہیں تو انہوں نے پہلے مدرسے میں علوم ظاہرہ کو حاصل کیا پھر حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے علوم باطن بھی حاصل فرمایا اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت پڑھیں تو واضح ہو جائے گا کہ جہاں آپ مدرسہ نظامیہ میں تعلیم حاصل کرتے وہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مسلم بن حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ سے علوم باطنی بھی حاصل کرتے تھے۔ اسی طرح سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالی عنہ کی سیرت طیبہ کو دیکھیں کہ پہلے آٹھ سو علماء سے علوم ظاہرہ کو حاصل فرمایا پھر ۲۰ سال اپنے مرشد کی صحبت میں رہ کر علوم باطنیہ کا حصول فرمایا تو یہ طریقہ ہمارے اسلاف کا ہے یقیناً کامیاب زندگی کا طریقہ یہی ہے اور اسی طرح سے ہم اپنے مقصد معرفت الہی اور قرب الہی میں کامیاب ہو سکتے ہیں اب تک تو آپ نے یہ دیکھا کہ ان بزرگوں نے آلہ تک یعنی علوم ظاہری و باطنی تک رسائی حاصل کی مگر مقصد کے لیے پھر ان بزرگوں نے اس آلہ کا استعمال بھی کیا مثلاً حضرت بایزید بسطامی نے تقریباً ۲۰ سال عبادات کے لیے جنگلوں میں زندگی بسر کی اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے تقریباً ۴۰ سال مجاہدات کے لیے جنگلوں کی طرف رخ کیا اسی طرح حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ نے بھی کیا۔

یہاں یہ کوئی نہ سمجھے کہ آلہ کے استعمال کے لیے جنگل لازم ہے مگر ہاں فتنوں سے بچ کر پوری طرح یاد الہی کا ذریعہ ضرور ہے اور کوئی یہ بھی نہ سمجھے کہ مجاہدات اور عبادات کی ضرورت نہیں ہم صرف علوم ظاہری و باطنی کے ذریعے کامیابی حاصل کر لیں گے کیونکہ کتنے ہی

علوم ظاہری و باطنی کے حامل گمراہی کے دلدل میں پھنس گئے اسی وجہ سے وہ اولیاء کرام جو معرفت الٰہی حاصل کر لیتے ہیں وہ بھی رب قدیر کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے ہیں بحر کیف ہمیں کسب کا حکم ہے۔

یہ سب جب ہم جان چکے تو یہ بھی واضح رہے کہ کوئی بھی شخص علمائے ظاہر کی نہ علمائے باطن کی تذلیل کر سکتا ہے اگر کوئی شخص علوم باطنی کا حامل ہونے کا گمان کرنے والا علمائے ظاہر کی تحقیر کرتا ہے تو یہ تو اس شخص کے تصوف سے دوری کی دلیل بن جائے گی اور اگر کوئی علوم

☆☆☆

ظاہری کا حامل گمان کرنے والا علمائے باطن پر انگشت نمائی کرے تو یقیناً یہ اس کی جہالت ہے۔

"ھذا من برکات علماء شریعتہ و طریقتہ ،ولا توفیق الا باللہ ،والعلم عند اللہ"

اللہ تعالیٰ ہمیں دونوں ہی گروہ کے علماء سے مستفیض فرمائے اور ہمیں ایمان پر خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے اور استقامت ایمان و اعمال عطاء فرمائے آمین ثم آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

☆☆☆

قرآن کی تعلیم ہی دستور حیات ہے

از: غلام مصطفی رضا نظامی، بست پور سرلاہی نیپال

عصر حاضر کے مسلمانوں کا حال ایسا ہے، جیسا کہ کمینوں کے دستر خوان پر ایک یتیم کا ہوتا ہے۔ صاحبانِ عقل سے مخفی نہیں ہے کہ آج پوری طاغوتی طاقتیں ہمیں سطح ارض سے محو کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں، جس کی سب سے بڑی وجہ باری تعالیٰ سے قطع تعلق، دین سے دُوری اور احکامِ قرآنی سے بے اعتنائی ہے۔ قرآن مجید اتنی عظیم الشان کتاب ہے، جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سید الانبیاء، خاتم الانبیاء اور رحمۃ للعالمین جیسے القاب سے ملقب کیا اور اپنی تعلیمات کے ذریعہ لوگوں کو تحت الثریٰ سے رفعتِ ثریا تک پہنچا دیا، جو قیامت تک انسانیت کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرآن پاک اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا علمی و عملی نمونہ تھے کہ انھیں اللہ تعالیٰ نے "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کی سند سے سرفراز کیا۔ قرآن مجید بنی نوع انسان کے لئے عموماً اور مسلمانوں کے لئے خصوصاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا دستورِ حیات ہے، جس پر عمل پیرا ہو کر وہ زندگی کے ہر میدان میں سرفرازی اور بلندی حاصل کر سکتے ہیں۔ افسوس کہ موجودہ دَور کے مسلمان قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش نہیں کر رہے ہیں۔ دُنیا میں بہت کم ایسے مسلمان ہیں، جو قرآن کریم کو اُس کے صحیح اور حقیقی مقاصد کی نظر سے دیکھتے اور کثرتِ تلاوت سے نیکیاں حاصل کرتے ہوں۔ قرآن مجید بحر ذخار ہے، جس کو ہم بڑے سے بڑے ظرف میں بھی بند نہیں کر سکتے۔ دُنیا و آخرت کے وہ کونسے مسائل ہیں، جن کو اجمالاً یا تفصیلاً قرآن پاک میں نہ بیان کیا گیا ہو۔ آج ایک طرف اولاد اپنے والدین کی بات ماننے کے بجائے اس پر لعن وطعن کرتا دکھائی دے رہا ہے تو دوسری طرف بیوی تسخیر شوہر کے خواہاں ہیں۔ کہیں چھوٹا بھائی بڑے بھائی کی شفقت سے کوسوں دور ہے تو کہیں بہنیں اپنے ہی گھر میں ظلم و تشدد سے دوچار ہوتی نظر آ رہی ہے۔ اور یہ سب معاملے جنم لیے تو اس کا ایک وجہ تعلیم قرآن سے دوری بھی ہے اگر آج اولادیں قرآن سے آشنا ہوتی اس کے حکم پر عمل کرتی ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرتے تو یہ برائیاں جنم نہ لیتی۔

ترقی یافتہ، لبرل ازم، روشن خیالی، سیکولرزم جیسے لفظوں اور خیالوں سے باہر آیئے۔ ایمان کی حفاظت کیجیے اگرچہ پوری دنیا ناراض ہو جائے۔ قرآن کے حکم پر عمل کر کے اللہ کو راضی رکھیں۔

مسافر کا ایام قیام سے لاعلمی کا حکم!

از: غلام مصطفی رضا نظامی، بست پور سرلاہی نیپال

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام درج ذیل مسئلہ میں کہ زید ایک ایسی کمپنی میں کام کرتا ہے جس کا کام متعدد علاقوں اور ملکوں میں ہوتا ہے جس کے باعث زید کو ہمیشہ سفر میں رہنا پڑتا ہے لیکن جہاں جاتا ہے وہاں کتنا دن قیام کرنا ہوگا اس کا علم نہیں دو دن میں بھی یہاں سے روانا ہو سکتا ہے اور پندرہ دن کے بعد بھی ایسی صورت میں نماز کا کیا حکم ہوگا قصر کریگا یا پوری پڑھے گا؟

دلائل وبراہین کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر دین کی طرف رہنمائی فرمائیں۔ سائل: **ذیشان رضا، ضلع مظفر پور بہار انڈیا**

الجـــــواب بعون الملك الوهـــــاب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اگر زید اپنے محل اقامت سے تین دن (۹۲ کلو میٹر) کا سفر کا ارادہ رکھتا ہے تو ایسی صورت میں وہ مسافر ہوگا اور نماز میں قصر کرنا واجب ہوگا اگر شرعی مسافت کے مقدار سفر کا ارداہ نہیں رکھتا بلکہ بیچ میں کسی اور مقام پہ کسی کام کے تحت قیام کا ارادہ ہے تو ایسی صورت میں زید پر مسافر کا حکم نہیں ہوگا اور ایسے ہی قیام کا ارادہ ہی نہیں کیا، یا کیا لیکن پندرہ دن سے کم کا کیا، تو ایسی صورت میں پوری دنیا گھوم آئے مسافر نہ ہوگا (بہار شریعت حصہ ۴ ص ۷۴۳) سفر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں سے چلا وہاں سے تین دن (۹۲ کلو میٹر) کے سفر کا ارادہ ہوا گر اس سے کم کے ارادہ سے نکلا اور وہاں پہنچ کر دوسری جگہ جانے کا ارادہ کیا اور وہ مسافت بھی تین دن (۹۲ کلو میٹر) کے مقدار کو نہیں پہنچتی تو یونہی ساری دنیا گھوم آئے مسافر نہیں پھر یہ بھی شرط ہے کہ تین دن (۹۲ کلو میٹر) کا ارادہ متصل سفر کا ہو اگر یوں ارادہ کیا کہ مثلاً دو دن (۹۲ کلو میٹر سے کم) کی راہ پر پہنچ کر کچھ کام کرنا ہے وہ کر کے پھر ایک دن کی راہ جاؤں گا تو یہ تین دن (۹۲ کلو میٹر) کی راہ کا متصل ارادہ نہ ہوا لہذا مسافر نہ ہوگا۔

درج بالا عبارت سے یہ واضح ہوا کہ مسافر کے لیے نیت قیام شرط ہے۔ اور نیت اقامت صحیح ہونے کے لیے چھ شرطیں ہیں:

(۱) چلنا ترک کرے اگر چلنے کی حالت میں اقامت کی نیت کی تو مقیم نہیں۔ (۲) وہ جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو جنگل یا دریا غیر آباد ٹاپو میں اقامت کی نیت کی مقیم نہ ہوا۔ (۳) پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو اس سے کم ٹھہرنے کی نیت سے مقیم نہ ہوگا۔ (۴) یہ نیت ایک ہی جگہ ٹھہرنے کی ہو اگر دو موضعوں میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو، مثلا ایک میں دس دن دوسرے میں پانچ دن کا تو مقیم نہ ہوگا۔ (۵) اپنا ارادہ مستقل رکھتا ہو یعنی کسی کا تابع نہ ہو۔ (۶) اس کی حالت اس کے ارادہ کے منافی نہ ہو۔ (الفتاوی الهندیہ، کتاب الصلاۃ، باب الخامس عشر فی صلاۃ المسافر، ج ۱، ص ۱۳۹)

اگر زید پندرہ دن یا پندرہ دن سے زائد قیام پذیر ہونے کے متعلق شک میں مبتلا ہو یا یہ کہ علم ہی نہ ہو تو اس صورت میں اس پر قصر واجب ہے لیکن اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کی نیت کرے لیکن اسے ابھی پندرہ دن گزرنے بھی نہ پائے تھے کہ کوئی کام آپڑا جس کے سبب شرعی مسافت کے مقدار سفر کرنے کا اتفاق ہوا تو اس صورت میں جتنے دن حالت قیام میں رہا اتنے دن کی پوری پڑھے گا، اب جس نماز کا وقت حالت سفر میں آئے اس کی قصر کرے گا خواہ ادا ہو یا قضاء۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

نوٹ:- یہ بات واضح رہے کہ قصر کا حکم صرف چار رکعت والی فرض نماز میں ہے باقی تمام نمازیں پوری پڑھی جائے گی۔

فلک سے فزوں ہے وقارِ مدینہ

از: محمد شعیب خان نجمیؔ رضوی لکھیم پوری

فلک سے فزوں ہے وقارِ مدینہ
زمین و زماں ہے نثارِ مدینہ

مدینے کی عظمت نہ کیوں ہو مسلم
ہے ذات نبی افتخارِ مدینہ

بڑی مدتوں سے یہی آرزو ہے
الٰہی دکھا دے دیارِ مدینہ

وہ مشروبِ جنت کی کیا چاہ رکھے
جسے چڑھ گیا ہے خمارِ مدینہ

سجا کر رکھو اپنے دل میں ادب سے
گلِ باغ جنت ہے خارِ مدینہ

جناں دیکھنا ہو جسے دیکھ آئے
ہے باغ جناں لالہ زارِ مدینہ

ہمارے لیے قابل عز و تکریم
ہیں سارے صغار و کبارِ مدینہ

عنایت خدائے تعالی کی ہم پر
ملا دامن تاجدارِ مدینہ

قصورِ زمانہ سے بیگانہ ہو کر
بسا دل میں نقش و نگارِ مدینہ

مرے واسطے ہیچ ہے تاج شاہی
اگر ہوں میں گرد و غبارِ مدینہ

محلات لندن کو دیکھے زمانہ
مجھے کافی بام و دوارِ مدینہ

زمانے کی رنگت زمن کو مبارک
مجھے کافی سقف و جدارِ مدینہ

خدا خیر سے لا وہ مسعود ساعت
کہ جب چل کے دیکھوں منارِ مدینہ

الہی کرم کن طفیلِ محمد
میں اک بار پہنچوں مطارِ مدینہ

حبیبِ خدا میری فریاد سن لو
تمہارا ہوں بندہ، نزارِ مدینہ

برائے خدا لاج رکھ لو شہِ دیں
نہ رسوا ہو یہ خاکسارِ مدینہ

مدینے کے آقا مدینہ بلا لو
حزیں ہے یہاں بے قرارِ مدینہ

مجھے نارِ دوزخ جلائے گی کیسے
بسا میرے دل میں ہے پیارِ مدینہ

مدینہ مدینہ پکاروں میں شب بھر
زمانہ کہے ہے بخارِ مدینہ

زمانے میں بکتا نہیں نجمیؔ لیکن
میں بک جاؤں ہو گر بزارِ مدینہ

پھروں دربدر کیوں زمانے میں نجمیؔ
مجھے کافی ہے تاجدار مدینہ

دس انمول موتی
اخلاق و آداب کے زمرے میں

(۱) کسی کے دلوں میں اترنے کے لیے سیڑھیوں کی نہیں بلکہ اچھے اخلاق کی ضرورت ہوتی ہے۔!

(۲) اخلاق کے پیچھے کردار کا ہونا لازمی ہے منہ کے مٹھاس اور چہرے کی مسکراہٹ کو اخلاق نہیں فن کہتے ہیں۔

(۳) کچھ طوفانوں کو اپنے اندر قید کر لینے میں ہی بھلائی ہوتی ہے کیونکہ جب وہ باہر آتا ہے تو بہت کچھ تباہ کر دیتا ہے۔

(۴) اپنے استاذ کی عزت کیجیے کیونکہ اسی کے بدولت آج آپ یہ عبارت پڑھنے کے قابل ہوئے ہیں۔

(۵) خیر کی باتوں میں اچھی باتیں کریں، اور اپنی آواز کو پست رکھتے ہوئے آہستگی سے باتیں کریں اور جب کوئی آپ سے بات کر رہا ہوں تو توجہ کے ساتھ اس کی بات کو سنے اور بیچ میں اس کی بات کو نہ کاٹیں۔

(۶) جب آپ چھینکیں تو اپنے چہرے کو اپنے ہاتھوں یا کپڑے سے چھپالیں اور "الحمد لله" کہیں اور کوئی آپ کے لیے دعا کرے اور کہے "يرحمك الله" تو آپ کہیں: "يهديكم الله و يصلح بالكم"۔

(۷) جب آپ کسی مجلس میں جائیں تو جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جائیں، اور دو لوگوں کے بیچ اس کے اجازت کے بغیر نہ بیٹھے اور کسی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائیں۔

(۸) جب کسی کے یہاں دعوت پر جاؤ تو کھانے میں عیب نہ نکالو کہ یہ بری چیز ہے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے کبھی بھی کھانے کو عیب نہ لگایا اگر پسند آیا تناول فرمایا ورنہ نہ کھایا۔

(۹) کسی ایسی جگہ سے دعوت آئے جہاں گانا بجانا، لہو و لعب ہو تو وہاں نہ جائے اور اگر جانے کے بعد اس کا علم ہوا تو فوراً واپس لوٹ آئے کہ ایسی دعوت پر شریک ہونے از روئے شرع جائز بھی نہیں ہے۔

(۱۰) بوسہ کی چھ قسمیں ہیں: (۱) بوسہ رحمت جیسے والدین کا اپنی اولاد کو بوسہ دینا (۲) بوسہ شفقت جیسے اولاد کا اپنے والدین کو بوسہ دینا_ (۳) بوسہ محبت جیسے ایک شخص اپنے بھائی کی پیشانی کو بوسہ دے_ (۴) بوسہ تحیت جیسے بوقت ملاقات ایک مسلم دوسرے مسلم کو بوسہ دے_ (۵) بوسہ شہوت جیسے مرد عورت کو بوسہ دے_ (۶) بوسہ دیانت جیسے حجر اُسود اور قرآن مجید کو بوسہ دینا۔